December 2022 جمادی الاولیٰ ۱۴۴۴ھ

ماہنامہ

مظاہر علوم

سہارنپور



دفتر ماہنامہ مظاہر علوم سہارنپور (یوپی)

جامعہ مظاہر علوم کا ترجمان

ماہنامہ

مظاہر علوم

سہارنپور

جلد نمبر ۲۸ شمارہ نمبر ۸

جمادی الاولیٰ ۱۴۴۴ھ دسمبر ۲۰۲۲ء

نگران

حضرت مولانا سید محمد شاہد مدظلہ امین عام جامعہ ہذا

مدیر مسئول

حضرت مولانا سید محمد عاقل مدظلہ ناظم جامعہ ہذا

مدیر تحریر

مولانا عبداللہ خالد قاسمی خیرآبادی

مجلس ادارت

- مولانا محمد ساجد حسن مظاہری
- مولانا محمد خالد سعید اعظمی
- مولانا مفتی شعیب احمد بستوی
- مولانا مفتی بشیر احمد سہارنپوری
- مولانا محمد معاویہ سعدی گورکھپوری

زر تعاون

فی شمارہ ——— ۳۰ / روپے

سالانہ زر تعاون ——— ۳۰۰ روپے

بیرون ملک سالانہ ——— ۲۵ ڈالر

ترسیل زر کا پتہ

دفتر ماہنامہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۴۷۰۰۱ (یوپی)

MAZAHIR ULOOM MONTHLY MAGAZINE

SAHARANPUR 247001(U.P.) INDIA

Ph: 0132-2655542

Email-jamiamazahir@gmail.com

اس شمارے میں

○ دائرہ کا سرخ نشان آپ کی مدت خریداری ختم ہونے کی علامت ہے، آئندہ کے لیے رقم ارسال فرمائیں۔

☆ شائع شدہ مضامین سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں۔

☆ جواب طلب امور کے لیے لفافہ اور خریداری نمبر کا حوالہ دینا ضروری ہے۔

☆ ماہنامہ، انگریزی ماہ کی ۲/تاریخ کو حوالہ ڈاک کردیا جاتا ہے۔ ۱۰/تاریخ تک موصول نہ ہونے پر مطلع فرمائیں۔

نوائے سحر

عالمی فٹبال میچ اور مملکت قطر کی اسلام پسندی

عبداللہ خالد قاسمی خیرآبادی

مسلم مملکت قطر میں ۲۰؍نومبر ۲۰۲۲ء اتوار سے عالمی ورلڈ کپ فٹ بال میچ (فیفا) شروع ہوا تو اس نے اسلامی شناخت اور مسلم پہچان کی صورت میں بین الاقوامی شہرت کا ریکارڈ قائم کردیا، قطری حکمرانوں نے بلاکسی تردد کے صاف لفظوں میں افتتاح سے قبل یہ اعلان کردیا کہ قطر فیفا ورلڈ کپ کو اسلامی تہذیب وروایات کی مکمل پاسداری کے ساتھ منعقد کرنے جارہا ہے، کھیل کے دوران نہ برسرعام شراب نوشی کی اجازت ہوگی اور نہ ہی شراب وکباب کی کوئی دکان سجائی جائے گی، نیز کسی بھی صورت میں بدکاری وعصمت فروشی کے مراکز قائم نہیں کئے جاسکتے ہیں، فیفا کے کھلاڑیوں اور تماش بین شرکاء کو ہرحال میں اسلامی تہذیب وثقافت اور سماجی روایات کے دائرے میں رہنا ہوگا۔

ورلڈ کپ کے لئے حکومت قطر کی جانب سے مقرر کئے گئے ذمہ دار اعلیٰ شیخ عبداللہ نصری نے جرأت ایمانی کی مثال قائم کرتے ہوئے کہا

> ''اٹھائیس دن کے کھیل کے لئے ہم قطری اپنا مذہب تبدیل نہیں کرسکتے، قطر اس عالمی کپ کھیل کی مناسبت سے قطر تشریف لانے والے اپنے مہمانوں کو خوش آمدید کہتا ہے سب پر لازم ہوگا کہ وہ ہرصورت ہمارے دین ومذہب اسلام اور ہمارے ملکی وشرعی قوانین کا پوری طرح احترام کریں کیونکہ قطر ہراعتبار سے خودمختار اور آزاد ملک ہے اس لئے عالمی فٹ بال کپ میں ہم نہ تو اپنے ملک میں ہم جنس پرستوں کا پرچم لہرانے کی اجازت دیں گے اور نہ ہی شائقین کو غیرمناسب لباس زیب تن کرنے اور سرعام شراب نوشی کی اجازت دیں گے اس لئے کہ یہ سب ہمارے مذہب اسلام اور ہمارے ملکی دستور آئین کے منافی ہے۔

شیخ عبداللہ نصری کا یہ دوٹوک اعلان یورپی حکمرانوں، جنس پرستوں، عریانیت وفحاشی کے نمائندوں اور اباحیت پسندوں کے لئے ایک ایسا شاک تھا جس کو جھیلنا ان کی مجبوری اور فیفا کے ذمہ

داروں کی مالی ضرورت تھی کہ فٹ بال عالمی کپ کے اس کھیل کو ہر حال میں کامیاب بنانے کے لئے قطر کی شرائط کو تسلیم کریں کیونکہ شروع ہونے سے قبل ہی تیس لاکھ ٹکٹیں فروخت ہو چکی تھیں اور فیفا کو ۲۰۲۲ء کے اس کھیل سے پہلے کھیلوں کے مقابلہ میں ریکارڈ توڑ منافع کی امید نہیں یقین ہے۔

قطری حکمراں بایں اعتبار قابل تعریف اور مبارکباد کے مستحق ہیں کہ انہوں نے ایک ایسے دور میں اسلام کو اپنی شناخت بنانے کی جرأت وہمت کی ہے جب کہ بہت سے مسلم ممالک کی حکومتیں تیزی سے جدت پسندی اور مغربیت کو اپنانے میں بدنامی کی حد تک مشہور ہو چکی ہیں، بلکہ ان کے بدلتے رجحانات اور اسلامی تہذیب وثقافت سے دن بدن کی دوری نے مسلمانوں میں مایوسی پیدا کردی ہے کیونکہ دنیا کے ہر ملک میں مسلمانوں کو ان کے دینی تشخص اور اسلامی تعارف سے دور کرنے کی ہر ممکن کوشش ہو رہی ہے ایسے میں مسلم بادشاہوں کا عزیمت واستقامت پر باقی رہنا عالمی پیمانہ پر مسلمانوں کے لئے بہت بڑا ظاہری سہارا تھا۔

مایوسی ومحرومی کے بڑھتے احساس کو قطر نے اپنے اقدام سے بہت بڑی حد تک کم کرنے میں کامیابی حاصل کرلی ہے۔قطر نے عالمی فٹ بال کپ کو پوری طرح اسلامی رنگ میں پیش کرکے یہ تصور دیا ہے کہ جب دنیا کی ہر قوم اور ہر ملک اپنے قدیم مذہبی ورثہ کی حفاظت کرنے اور اپنی تہذیب وثقافت کو بین الاقوامی پہچان دلانے کی سمت میں کام کررہا ہے ہم کیوں نہ اسلام کو فخر کے ساتھ پیش کریں اور اسلاموفوبیا سے دنیا کو نجات دلانے میں ہمت وجرأت کا ثبوت دیں جس اسلامی تہذیب نے عربوں کو عزت وعظمت کی بلندیوں پر پہونچایا۔

قطر کے فٹ بال عالمی کپ کے انعقاد کے موقع پر افتتاحی تقریب میں قرآن مجید کی جس آیت کریمہ کی تلاوت ہوئی وہ سورہ حجرات کی مشہور آیت

”**یاایها الناس اناخلقنکم من ذکر وانثی وجعلناکم شعوباً وقبائل لتعارفوا إنَّ أکرمکم عندالله اتقاکم**“ تھی بہت موقع ومحل سے یہ آیت پڑھی گئی اس سے جامع پیغام لاکھوں لوگوں کی موجودگی میں اسلامی تعلیمات وہدایات کا دنیا کو نہیں دیا جاسکتا تھا کیونکہ دنیا کا ہر ملک اپنی نسلی برتری اور قومی شناخت

پر فخر کر رہا ہے جس کے نتیجہ میں دنیا کی دوسری قوموں کو ذلیل سمجھنے اور کرنے میں کسی جرم کا احساس کرتا ہی نہیں، اسلام اور مسلمانوں کے خلاف پروپیگنڈہ اور ان سے تعصب ونفرت کا معاملہ کرنے میں تقریباً تمام مذاہب اپنی اپنی تہذیب وشناخت کے ساتھ متحد ہوجاتے ہیں، ان حالات میں ضرورت تھی کہ یہ قرآنی پیغام عام کیا جائے کہ قبائل وخاندان اور رنگ وجنس باہمی تعارف کا ذریعہ تو ہیں لیکن معیار وفضیلت نہیں ہیں، ہم مختلف نسلوں، قوموں، اور طبقوں کے ساتھ مل جل کر اگر زندہ رہنا چاہتے ہیں تو وطنیت، قومیت، علاقائیت، ذات، برادری، قبیلہ وخاندان کو آپس کی پہچان کا ذریعہ مان کر یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ کردار کی بلندی، اپنے خالق ومالک سے قربت اور اس کی عظمت وجلالت کے سامنے سر تسلیم کرنا فضیلت کا معیار ہے۔

قطر کا عمل اس قرآنی پیغام کا اعلان عام ہے کہ اسلام کو سمجھا جائے اسلام کی تعلیمات کو جانا جائے اور نفرت وعداوت کی بین الاقوامی فضا کو تبدیل کرنے کی کوشش کی جائے یہ تمام عرب مسلمانوں کی خصوصاً اور عالمی پیمانہ پر مسلمانوں کی عموماً بڑی اہم ذمہ داری ہے۔

روزنامہ منصف حیدرآباد کی ۱۷ر نومبر ۲۰۲۲ء کی اشاعت میں اس سلسلہ میں ایک طویل اور دلچسپ رپورٹ شائع ہوئی، جو یہ ہے:

اگلے ہفتے (20 نومبر) قطر میں فیفا ورلڈ کپ کا آغاز ہو رہا ہے۔ دنیا کے اس سب سے بڑے ایونٹ کا سلسلہ 1930ء میں یوراگوئے سے شروع ہوا تھا۔ ۴ سال کے وقفے سے اب تک 22 بار یہ عالمی ٹورنامنٹس منعقد ہو چکے ہیں۔ (تاہم جنگ عظیم کے دوران ان کا انعقاد ممکن نہ ہوسکا) قطر میں 23واں ورلڈ کپ ہو رہا ہے، جو کسی بھی مسلم اور عرب ملک میں ہونے والا پہلا فیفا ورلڈ کپ ہے۔ اس میگا ایونٹ کی تیاریاں مکمل ہیں۔ اس سنہرے موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے قطری حکام نے جہاں شائقین کو اسلام کی دعوت دینے کی بھرپور تیاریاں کر رکھی ہیں، وہیں عرب کلچر کو بھی پروموٹ کرنے کا خوب اہتمام کیا ہے۔ ایئرپورٹس، ہوٹلز، شاہراہوں اور اسٹیڈیمز کے قرب وجوار میں ایسے بورڈ نصب کیے گئے ہیں، جو نبی کریم کی مختصر لیکن جامع ترین احادیث مبارکہ سے مزین ہیں۔ میگا ایونٹ میں دعوتِ دین کے لیے دو ہزار رضا کاروں کی تربیت مکمل ہو چکی ہے۔

وہ مختلف ذرائع سے دنیا بھر سے آنے والے شائقین کو پیغام حق پہنچائیں گے۔دس گاڑیاں دعوتی خدمات پہ ماموراور دس مخصوص خیمے نصب کیے جائیں گے۔مرکز ضیوف قطر للدعوۃ الی الاسلام کے تحت پمفلٹس، دعوت نامے اور دعوتی کتابچے بھی تیار ہیں، جو شائقین میں تقسیم کیے جائیں گے۔قطر کی جانب سے مسلم ثقافت وکلچر کا خیال رکھنے کی ہدایت کی جاچکی ہے۔اس ضمن میں ہم جنس پرستوں کو کھلی وارننگ دی گئی ہے کہ وہ اپنا پرچم لہرانے سمیت ایسی کسی شنیع حرکت کے مرتکب ہوئے تو ان سے قطری قانون کے مطابق نمٹا جائے گا۔اس کے ساتھ ساتھ اس موقع پر عرب ثقافت کو بھی بھر پور طریقے سے اجاگر کیا گیا ہے۔معاملہ صرف سفید کپڑوں میں دوڑتے بچوں تک محدود نہیں ہے،قطر نے فیفا ورلڈ کپ کی میزبانی کے لیے جو شہرہ آفاق آٹھ اسٹیڈیمز تعمیر کیے ہیں، ان میں بھی مکمل طور پر مقامی،علاقائی،عرب واسلامی ثقافت کو اجاگر کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔قطر فیفا میں جہاں شائقین کھیل سے محظوظ ہوں گے، وہیں اسلام کی دعوت بھی سنیں گے۔

بہرحال ورلڈ کپ کے میگا ایونٹ کو دین کی دعوت کے لیے سنہرا موقع سمجھتے ہوئے قطری حکام نے ہر رنگ ونسل اور زبان سے تعلق رکھنے والے اسلامی داعیوں کی ٹیم تیار کرلی ہے جو جدید ذرائع اور حکمت وبصیرت کے ساتھ دعوت کے میدان میں اترے گی۔قطری وزارت اوقاف نے دعوت کے لیے ایک مکمل ادارہ قائم کیا ہے۔اس کے ساتھ مرکز ابن زید آل محمود الثقافی الاسلامی نے بھی اپنی تیاریاں مکمل کررکھی ہیں۔اسلام کے جامع تعارف پر مبنی ایک کتاب تیار کی گئی ہے، جو عربی کے علاوہ انگریزی،فرنچ، اطالوی، روسی، پرتگالی اور جرمن زبانوں میں چھاپی گئی ہے۔ اس کا نام ’’فہم الاسلام‘‘ ہے۔یہ تمام تماشائیوں میں مفت تقسیم کی جائے گی۔

علاوہ ازیں مختصر اور جامع احادیث نبویہ پر مشتمل پمفلٹس بھی بڑے پیمانے پر تیار کیے گئے ہیں، جبکہ بڑے بڑے بل بورڈز بھی احادیث سے مزین ہیں۔

مملکت قطر تمام انصاف پسند، حق پسند، انسانیت نواز افراد کی جانب سے مبارکباد کی مستحق ہے کہ اس نے کھیل کی بدنام زمانہ شکل کو اخلاقیات کے درس میں تبدیل کردینے کی ہمت وجرأت کا ثبوت دیا، فحاشی وبدکاری، شراب نوشی وجسم فروشی کے نمائندوں کو حق کا آئینہ دکھایا ہے۔

جامعہ مظاہر علوم اس اسلامی جذبہ پر حکومتِ قطر کو دلی مبارکباد پیش کرتے ہوئے دعا کرتا ہے کہ اللہ تعالی اس مملکت کو ہر طرح کا استحکام عطا فرمائے۔

درسِ قرآن

خاندان کی ذمہ داری

مولانا محمد ساجد حسن سہارنپوری
استاذ حدیث وتفسیر مظاہر علوم سہارنپور

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ أَن يَقْتُلَ مُؤْمِنًا إِلَّا خَطَأً ۚ وَمَن قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَأً فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ وَدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ إِلَىٰ أَهْلِهِ إِلَّا أَن يَصَّدَّقُوا ۚ فَإِن كَانَ مِن قَوْمٍ عَدُوٍّ لَّكُمْ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ وَإِن كَانَ مِن قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُم مِّيثَاقٌ فَدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ إِلَىٰ أَهْلِهِ وَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ فَمَن لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ تَوْبَةً مِّنَ اللَّهِ وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا حَكِيمًا (۹۲)

اور کسی مومن کی شان نہیں کہ وہ کسی مومن کا قتل کرے لیکن غلطی سے اور جو شخص کسی مومن کو غلطی سے قتل کردے تو اس پر ایک مسلمان غلام یا لونڈی کا آزاد کرنا ہے اور دیت ہے جو اس کے خاندان والوں کے حوالہ کردی جائے مگر یہ کہ وہ لوگ معاف کردیں، اور اگر وہ ایسی قوم سے ہو جو تمہارے مخالف ہیں اور وہ شخص خود مومن ہے تو ایک مسلمان غلام یا لونڈی کا آزاد کرنا ہے، اور اگر وہ ایسی قوم سے ہو کہ تم میں اور ان میں معاہدہ ہو تو دیت ہے جو اس کے خاندان والوں کے حوالہ کردی جائے اور ایک غلام یا لونڈی مسلمان کا آزاد کرنا ہے، پھر جس شخص کو نہ ملے تو متواتر دو ماہ کے روزے ہیں بطریق توبہ کے جو اللہ کی طرف سے مقرر ہوئی ہے اور اللہ تعالیٰ بڑے علم والے اور حکمت والے ہیں۔

شانِ نزول:

ابوجہل کے ماں شریک بھائی عیاش بن ابی ربیعہ جس نے ایک مسلمان شخص حارث بن زید کو غلطی سے مار ڈالا تھا۔ بقول عکرمہ صورت یہ ہوئی کہ عیاش بن ربیعہ مسلمان ہوگئے ان کو حارث بن زید نے برا بھلا کہا، سخت ایذائیں دیں، عیاش کو سخت طیش آیا اور دل میں طے کرلیا کہ اگر تنہائی میں یہ شخص میرے ہاتھ لگا تو قتل کئے بغیر نہیں چھوڑوں گا، عیاش بن ربیعہ ہجرت کرکے رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہوگیا، کچھ عرصہ کے بعد حارث بن زید بھی مسلمان ہوگیا وہ بھی ہجرت کرکے رسول اللہ کی خدمت میں پہونچ گیا اتفاق

یہ ہوا کہ حارث کے پہونچنے کے وقت عیاش مدینہ میں موجود نہیں تھے، اور نہ عیاش کو حارث کے مسلمان ہونے کی اطلاع ملی، ایک دن عیاش قبا کو جا رہا تھا، سامنے سے حارث آیا اور انہوں نے عیاش کو قتل کر دیا جب لوگوں کو اس کا علم ہوا تو عیاش کو ملامت کی کہ تو نے یہ کیا کیا، عیاش حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور واقعہ عرض کیا اس پر یہ آیت شریفہ نازل ہوئی کہ یہ قتلِ خطا ہے اور اس کی سزا یہ ہے۔

تشریح:

اس آیت میں شبہ عمد اور قتل خطا کے دو حکم مذکور ہیں (۱) کفارہ یعنی مسلمان غلام یا باندی آزاد کرنا، اور وہ میسر نہ ہو تو مسلسل دو ماہ کے روزے رکھنا، قتل خطا میں کفارہ مقرر کیا گیا ہے کیونکہ کفارہ ایک عبادت اور نیکی ہے، اور نیکی کرنے سے گناہ دھل جاتے ہیں تو یہ کفارہ گناہ بخشوانے کے لئے ہے، جو کسی کے معاف کرنے سے معاف نہیں ہوسکتا۔ (۲) مقتول کے ورثاء کو دیت (خون کی قیمت) دینا، دیت ورثاء کا حق ہے ان کے معاف کرنے سے معاف ہوسکتی ہے۔

دیت: اس مال کو کہا جاتا ہے جو انسان یا اس کے کسی عضو کے قتل کے بدلہ میں دیا جاتا ہے۔

قتل خطا کی دیت پانچ قسم کے سو اونٹ ہیں اگر نقد کی شکل میں دیا جائے تو سونے کے ایک ہزار دینار، چاندی کے دس ہزار درہم۔

وجوب وعدم وجوب کے لحاظ سے دیت کی تین صورتیں ہیں: اس لئے کہ جس مسلمان کو قتل کیا ہے اس کے وارث مسلمان ہوں گے یا کافر، اور کافر ہیں تو ان سے مصالحت ہے یا دشمنی؟ اگر ورثاء مسلمان ہیں یا ان سے مصالحت ہے تو ان دونوں صورتوں میں دیت دینی ہوگی۔ اور اگر مقتول کے وارث، کافر دشمن ہیں تو دیت لازم نہیں ہوگی، البتہ کفارہ سب صورتوں میں ہوگا۔ کیونکہ مقتول مسلمان تھا۔

قتل خطاء: وہ قتل ہے جس میں مقتول کی جان لینا مقصود نہ ہو، مگر جان چلی جائے، اور اس کی دو صورتیں ہیں: (الف) سمجھنے میں غلطی ہوجائے جیسے دور سے کسی کو جانور سمجھا اور گولی چلادی، قریب آئے تو معلوم ہوا کہ وہ انسان تھا۔ (ب) نشانہ لگانے میں غلطی ہوجائے جیسے نشانہ لیا نیل گائے کا، اور گولی لگ گئی انسان کو۔

اس آیت میں قتل سے مراد غیر عمد ہے تو شبہ عمد اور قتل خطاء دونوں آیت میں شامل ہیں۔ دونوں میں

دیت بھی ہے اور گناہ بھی، مگر دونوں میں یہ تفاوت ہے کہ شبہ عمد کی دیت چار قسم کے سو اونٹ ہیں اور قتل خطاء کی دیت پانچ قسم کے سو اونٹ ہیں، اور شبہ عمد میں گناہ، قتل خطاء کے گناہ سے زیادہ ہے، کیونکہ شبہ عمد میں مار ڈالنے کا ارادہ ہوتا ہے، اور قتل خطاء میں صرف بے احتیاطی ہوتی ہے۔

جیسا کہ معلوم ہوا کہ کفارہ کے ساتھ دیت بھی مقرر کی گئی ہے جو عاقلہ کو ادا کرنی ہے، عاقلہ قاتل کے قبیلہ والے، عصبات (اہل خاندان) یا اسٹاف کے لوگ کہلاتے ہیں، دیت مجرم کے بجائے عاقلہ پر اس لئے لازم کی گئی، کیونکہ وہ قاتل کو خوب لعن طعن بھی کرتے ہیں جس سے وہ پشیمان ہوتا ہے اور آئندہ ایسی حرکت نہیں کرتا ہے اور قتل میں قاتل کے اولیا بھی قصوروار ہوتے ہیں کہ انہوں نے اس کو اس قسم کی بے احتیاطی کرنے سے روکا نہیں تو دیت کے خوف سے اولیا آئندہ اس کی حفاظت میں کوتاہی نہیں کریں گے (ہدایت القرآن)۔

پیغام:

دیت عاقلہ پر لازم کرنے سے خاندان کی اہمیت اور اس کی ذمہ داری کا بخوبی پتہ چلتا ہے کہ معاشرہ کو جرائم سے بچانے اور ایک پاکیزہ معاشرہ وجود میں لانے میں قبیلے اور خاندان کا کتنا اہم رول ہوتا ہے، آج کا نوجوان اس لئے بھی بے راہ روی کا شکار ہے کہ اس کے سرپرستان اور اس کے اہل خاندان کی کوئی توجہ اس کی طرف نہیں، نوجوانوں بلکہ بچوں میں نشہ کی لت بڑھتی جارہی ہے، اور خطرناک حد تک اضافہ ہورہا ہے، گٹکے، بیڑی سگریٹ اور شراب سے متجاوز ہوکر اب خشک نشہ یعنی چرس، نشہ آور انجکشن، نشہ آور گولیاں، اور اسمیک استعمال کررہے ہیں جو اعصابی نظام کو معطل کردیتا ہے، اعضاء کو فیل کردیتا ہے۔

خاندان کے ذمہ دار حضرات شروع سے ہی بچوں و نوجوانوں کی نگرانی کریں، اگر کسی نوجوان کے نشہ کی لت میں مبتلا ہونے کی اطلاع ملے تو اولا اس کو فہمائش کریں، اگر پھر بھی باز نہ آئے تو خاندان والے اپنے تمام اثرات ورسوخ کو بروئے کار لائیں، زمانۂ قدیم کی پنچایتیں بعض جرائم کی روک تھام میں بڑی مؤثر ثابت رہی ہیں کیونکہ ان کے فیصلے بھی فوری ہوتے تھے اور سزا بھی نقد۔

انوارِحدیث

جواللہ پراور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے

مولانا محمد خالد سعید
مبارکپوری استاذِ حدیث مظاہرعلوم سہارنپور

قال النبي صلی اللہ علیہ وسلم: من کان یؤمن باللہ و الیوم الآخر فلا یَنْظُرُ إلی عورۃِ أخِیہ۔

(ذکرہ السیوطي في جامع الأحادیث ۳۵۷/۷ وعزاہ إلی الضیاء المقدسي في المختارۃ عن مولی المطلب مرسلاً) وأخرجہ ابن عدي في الکامل ۱۹۸/۶ (ترجمۃ ۱۲۷۹) من طریق عمرو بن جُمیع عن جُوَیبر عن الضحاک عن النزّال بن سبرۃ عن علي مرفوعاً، وزاد في آخرہ: ”حیّاً و لا مَیّتاً“ وفیہ عمرو بن جمیع، قال النسائي: متروک الحدیث۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہو وہ اپنے بھائی کی ستر کو (زندہ، مردہ کسی حال میں) نہ دیکھے۔

اسی مضمون کو امام مسلم نے اپنی صحیح (۱/ ۱۵۴) میں کچھ اضافے کے ساتھ ان الفاظ میں نقل کیا ہے:

عن عبدالرحمن بن أبي سعید الخدري عن أبیہ أنّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: لا ینظر الرجلُ إلی عورۃ الرجل، و لا المرأۃُ إلی عورۃ المرأۃِ، و لا یُفْضِي الرجلُ إلی الرجل في ثوب واحد، و لا تُفْضِي المرأۃُ إلی المرأۃ في الثوب الواحد۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مرد مرد کی ستر کو نہ دیکھے اور نہ عورت عورت کی ستر کو دیکھے، اور مرد مرد کے ساتھ ایک کپڑے میں برہنہ بدن نہ سوئے اور عورت عورت کے ساتھ ایک کپڑے میں ننگے بدن نہ سوئے۔

مرد کے لیے دوسرے مرد کی ستر دیکھنے کی ممانعت

مرد کے لیے ستر یعنی جسم کے جس حصے کا چھپانا ضروری ہے وہ ناف سے لے کر گھٹنے تک ہے، ہم احناف کے نزدیک ناف ستر میں داخل نہیں، البتہ گھٹنا ستر میں داخل ہے لہٰذا اس کا چھپانا ضروری ہے، حدیث شریف میں اسی کے متعلق فرمایا گیا ہے کہ جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے وہ اپنے بھائی کے قابل ستر (ناف سے گھٹنے تک کے) حصے کو نہ دیکھے اس سے معلوم ہوا کہ مرد کے لیے دوسرے مرد

کے ستر کے علاوہ باقی جسم کو دیکھنا جائز ہے۔

عذر اور مجبوری میں ستر کو دیکھنا

ضرورت ومجبوری کی صورت میں مرد کے لیے دوسرے مرد کی ستر کو دیکھنے کی گنجائش ہے، مثلاً ختنہ کرنے کے لیے اوراس کے بعد دوا علاج کے لیے، یا قابل ستر حصے میں زخم، پھوڑا یا کوئی اور ایسا عذر پیش آجائے جسے ڈاکٹر کو دکھانا اور علاج کرانا ناگزیر ہوجائے تو ایسی صورت میں قابل ستر حصے کو صرف بقدر ضرورت دیکھنا جائز ہے۔ اور ضرورت سے زائد حصے کو کھولنا اور دوسرے کے لیے دیکھنا درست نہیں۔

عورت بھی دوسری عورت کی ستر نہیں دیکھ سکتی

جس طرح ایک مرد دوسرے مرد کے جسم کو ناف سے گھٹنے تک نہیں دیکھ سکتا اور باقی جسم کو دیکھ سکتا ہے، اسی طرح ایک عورت بھی دوسری عورت کے جسم کو ناف سے گھٹنے تک نہیں دیکھ سکتی اور باقی جسم دیکھ سکتی ہے، اس لیے کہ عورت کے لیے دوسری عورت کے (ستر کے علاوہ) جسم کو دیکھنے میں شہوت اور فتنے میں پڑنے کا اندیشہ نہیں ہے، جیسا کہ ایک مرد کے دوسرے مرد کے جسم کو دیکھنے میں اس کا اندیشہ نہیں ہے، چنانچہ اگر شہوت اور فتنے کا اندیشہ ہو تو عورت اور مرد دونوں اس سے اجتناب کریں۔

ولادت کے ساتویں دن عورت کو برہنہ کر کے نہلانا

بعض علاقوں میں یہ رسم ہے کہ چھٹی کے دن یعنی ولادت کے ساتویں دن زچہ کو کچھ عورتیں برہنہ کر کے نہلاتی ہیں، یہ ایک جاہلی رسم ہے اور غلط ہے عورت کا دوسری عورتوں کے سامنے برہنہ ہونا جائز نہیں ہے، اسے پردے کے ساتھ ایسی جگہ نہلانا چاہئے جہاں اس کے جسم کو کوئی نہ دیکھے۔

عورت کا عذر کی وجہ سے جسم کو کھولنا

البتہ ضرورت ومجبوری میں ایک عورت دوسری عورت کے ستر کو دیکھ سکتی ہے مثلاً بچے کی پیدائش کراتے وقت دایہ یا ڈاکٹر کا ستر کو دیکھنا، یا بیماری اور زخم وغیرہ کی وجہ سے ستر کو کھولنا اور دکھانا ضروری ہوجائے، تو اولاً یہ کوشش کی جائے کہ کسی لیڈی ڈاکٹر کو دکھایا جائے، یا مرد طبیب کسی عورت کو علاج سکھادے اور وہ علاج کرے اس لیے کہ جنس کا دیکھنا غیر جنس کے دیکھنے کی بنسبت خفیف ہے۔ لیکن اگر کوئی عورت اور لیڈی ڈاکٹر علاج کے لیے میسر نہ ہو اور بیمار عورت کی جان کو خطرہ ہو یا تکلیف ناقابل برداشت ہو تو مجبوراً مرد

ڈاکٹر سے بھی علاج ومعالجہ اور آپریشن وغیرہ کرایا جاسکتا ہے، اور معالج مرد کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ عورت کے جسم کا صرف بقدر ضرورت حصہ ہی کھولے اور جہاں تک ہو سکے وہ اپنی نگاہ کو پست رکھے، بیماری کی جگہ کے علاوہ عورت کے جسم کے کسی دوسرے حصے کو دیکھنا اس کے لیے ہرگز درست نہیں ہے۔

حمد باری تعالیٰ

نتیجۂ فکر مولانا فضل حق عارفؔ خیر آبادی

دلِ عارفؔ نے کچھ کچھ علمِ نبوی سے ضیا لی ہے ۔۔۔ اسی نسبت سے کلکِ حمدِ باری آج اٹھالی ہے
بذوقِ صادق و کامل جبیں اپنی جھکالی ہے ۔۔۔ بفضلِ حق مقدر کی کلی اب کھلنے والی ہے
زباں پر قل هو الله أحد فرمانِ عالی ہے
کبھی آیا ہے الله الصمد، اللہ والی ہے

وہی اللہ خالق ہے وہی ہادی ہے باری ہے ○ اسی کے لفظِ ''کُن'' کا خسروانہ حکم جاری ہے
ربوبیت سے اس کی کل جہاں کی آبیاری ہے ○ اسی کا حکم دنیا کے لیے بادِ بہاری ہے
تعالی اللہ اس کی شانِ اِستغنا نرالی ہے
اطاعت کا کسی کی وہ نہیں محتاج، عالی ہے

زمین و آسماں، کہسار و دریا، زرع ونخلستاں ○ ہوں صحرا یا بیاباں یا ہوں بزم ورزم کے ساماں
فقیروں کے مکاں ہوں یا امیروں کے حسیں ایواں ○ زمرّد، نیلم و یاقوت ہوں یا ہوں دُر و مرجاں
جہانِ کون کی ہر ایک شئ اس نے سنبھالی ہے
گلستانِ جہاں کا بس وہی مالی ہے والی ہے

تواضع سے اسی کے کُن زمینِ پست گاتی ہے ○ بقدر ظرف جب بارانِ رحمت سے نہاتی ہے
تو چہرے کو گل وگلزار سے خوشتر بناتی ہے ○ زبانِ خامشی سے چپکے چپکے کہتی جاتی ہے
بفضلِ حق، عطائے رب مجھے اب ملنے والی ہے
میں واری رب باری کے، اسی کی ذات عالی ہے

اسی کے فیض رحمت سے گل وگلزار ہیں عارفؔ ○ بلند و پست اسی کے عشق میں سرشار ہیں عارفؔ
ہدایت سے اسی کی، ہم بھی خوش اطوار ہیں عارفؔ ○ اسی کے شش جہت پھیلے ہوئے انوار ہیں عارفؔ
اسی کی شانِ وہابی سے ہر شئ کی بحالی ہے
جہانِ رنگ و بو نے اس سے رحمت کی دعا لی ہے

اصلاحِ معاشرہ

گھر کی ٹھنڈک

مولانا عبید اللہ خالد ایڈیٹر ماہنامہ الفاروق کراچی

قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو مخاطب کرتے ہوئے یہ ارشاد فرمایا ہے کہ تم اپنے آپ کو، اپنے بیوی بچوں کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ۔ یہ حکم کفار کو نہیں دیا گیا، اُن ایمان والوں کو دیا جارہا ہے جو اللہ پر ایمان رکھتے ہیں، اسے ایک مانتے ہیں اور یہ خواہش ضرور رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے احکام کی تکمیل کی جائے، شریعت کے مطابق زندگی گزاری جائے۔

اس آیت پر غور کیجیے اور اپنے اہل خانہ کی حالت دیکھیے تو یوں لگتا ہے کہ شاید یہ آیت آج کے دَور ہی کے لیے نازل کی گئی تھی، قرآن کی یہ شان ہے کہ وہ اپنے نزول سے اب تک کسی بھی دور کے لیے نہایت جامع اور موثر احکام دیتا ہے، مگر یہ آیت بڑے واضح طور پر ہمارے ان گھریلو اور نجی معاملات کی طرف خوب اشارہ کررہی ہے جو انتہائی ناگفتہ بہ ہوچکے ہیں کہ الامان والحفیظ!

سوال یہ ہے کہ کیا کوئی آدمی جان بوجھ کر اپنی اولاد کو آگ میں ڈالنا چاہے گا؟ یقینا، وہ اس کا سوچ بھی نہیں سکتا، بلکہ والدین اپنے بچوں کو معمولی سی تکلیف سے بھی دور رکھتے ہیں یا کم از کم اس کی پوری کوشش ضرور کرتے ہیں، یہ صرف آگ ہی نہیں ہے بلکہ جہنم کی آگ ہے جو دنیا کی آگ سے بے حساب گنا زیادہ شدید ہے، کیا والدین اپنی اولاد کو ایسی آگ کے حوالے کرنا چاہتے ہیں؟ کیا وہ اپنے بچوں کو آگ میں جھونک دینا چاہتے ہیں؟ تو پھر، اس آیت کا کیا مطلب؟

اس آیت کا مفہوم آپ کو اس وقت بہ آسانی سمجھ آجائے گا جب آپ اپنے اردگرد یا اپنے ہی گھر میں اولاد اور والدین، میاں اور بیوی کے درمیان تعلق پر نظر دوڑائیں گے۔ ہمارے ملنے والوں میں، ہمارے مقتدیوں میں، ایسے مسائل بڑی شدومد کے ساتھ سننے کو ملتے ہیں کہ گھروں میں والدین اور اولاد کے درمیان شدید تنازع ہیں، بیوی کے لیے اپنے شوہر کو چھوڑ کر جانا اب مسئلہ نہیں رہا، حالاں کہ اللہ تعالیٰ کو یہ جدائی نہایت ناپسند اور شیطان کو

نہایت مرغوب ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ مسلمانوں نے اپنی زندگی کی ایک بہت بڑی ذمے داری سے آنکھیں چرالی ہیں، بالخصوص، گھر کا سربراہ یعنی مرد ایک شوہر کی حیثیت سے نہیں جانتا کہ ایک دین دار مسلمان شوہر کی حیثیت سے اسے اپنی بیوی کو کیسے دوزخ کی آگ سے بچانا ہے، ایک باپ کی حیثیت سے اسے یہ ادراک ہی نہیں کہ اسے اپنے بچوں کو کیسے جہنم کی آگ سے محفوظ کرنا ہے، غور کیجیے کہ کتنے ہی گھرانے ایسے ہیں جہاں والدین اپنے بچوں کی دنیاوی تربیت، اعلیٰ اور معیاری تعلیم کے لیے تو کوئی کسر نہیں چھوڑتے، حتیٰ کہ ایسے اسکولوں کالجوں کا رخ کرتے ہیں، جہاں فضا ہی دوزخ کی ہوتی ہے، اُن کے آرام کا بھرپور انتظام کرتے ہیں، انہیں پاکٹ منی بھی خوب دیتے ہیں، مگر اُن کی دینی تربیت اور اسلامی شعور کے لیے کچھ نہیں کرتے، کرنا تو دور کی بات ہے، اس بارے میں سوچنا بھی گوارا نہیں کرتے، کتنے ہی گھرانوں میں یہ دیکھا جاسکتا ہے کہ بچے کو اسکول سے دیر ہو تو اسے زبردستی جگایا جاتا ہے، مگر فجر کی نماز کے لیے جگاتے ہوئے بچے کی نیند کا خیال آجاتا ہے، بچوں کو ذاتی خرچے کے لیے تو باقاعدہ پاکٹ منی دی جاتی ہے، مگر اسے چند پیسے دے کر صدقہ کرنے کی ترغیب نہیں دی جاتی کہ اُن کا بچہ صدقہ کرنے سے آشنا ہو، لڑکا اگر ہوم ورک نہ کرے یا اسکول نہ جائے تو بہت برا مانا جاتا ہے، مگر وہ مسجد نہ جائے تو کان پر جوں تک نہیں رینگتی۔

اس پر مزید ظلم یہ کہ ناسمجھ بچوں کے ہاتھوں میں اسمارٹ فون دے دیے گئے ہیں، اور جب بچے کسی واہی تباہی میں مبتلا ہوتے ہیں تو روتے ہیں، بچوں کے ہاتھوں میں انگارے پکڑا کر اُن کے ہاتھوں کے جلنے کا گلہ چہ معنی دارد؟

یہ حرکتیں اپنے بیوی بچوں کو جہنم کی آگ کی طرف لے جانے والی ہیں، جب یہ کردار کسی گھر میں پلتا ہے تو اس گھر کے ماحول میں یہ تپش بڑی واضح محسوس کی جاسکتی ہے، آپ مسلمان ہیں، آپ کی ذمے داری ہے کہ اپنی اولاد کی تربیت اس انداز سے کیجیے کہ اُن کا کردار ایسا ہو کہ جہنم کی آگ سے بچنے والے ہوں، جب اُن کا کردار جہنم کی ڈھال بنے گا تو گھریلو ماحول میں بھی ٹھنڈک آئے گی اور اس ٹھنڈک کی راحت آپ کو لازماً محسوس ہوگی!

لمحۂ فکریہ

اسمارٹ فون: اخلاقِ رذیلہ کا سرچشمہ

فیروز عبدالرحمن میمن

ماخوذ ماہنامہ بینات ستمبر ۲۰۲۲ء

اسمارٹ فون کی وجہ سے عوام وخواص، خواہ مرد ہوں یا خواتین ہوں، مختلف قسم کے اخلاقِ رذیلہ میں مبتلا ہوجاتے ہیں اوران کو اپنی اصلاح کی فکر بھی نہیں ہوتی۔

۱— غیبت کا بازار گرم

میں کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ سے دوستی لگائیں، اتنی دیر اللہ سے بات چیت کریں، کیا فون پر طویل گفتگو میں کوئی غیبت نہیں کرتا؟ لمبی گفتگو میں غیبت سے کیسے بچ سکتے ہیں؟ حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا شاہ اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جہاں کہیں دو عورتوں نے باتیں شروع کیں، تھوڑی دیر بعد غیبت شروع ہوجائے گی، الا ماشاء اللہ۔

اور یہ بھی حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی بات ہے، فرمایا کہ: ’’اجی! اپنے بکھیڑے تھوڑے ہیں جو ہم دوسروں کے بکھیڑوں میں پڑیں؟‘‘

جب پہلے یہ پیکج نہیں تھے تو رشتہ داروں اور دوستوں سے کیسے بات کرتے تھے؟ اب بھی ویسے ہی کرو، پانچ منٹ دس منٹ کرلو۔ کئی گھنٹے موبائل پیکج پر فضول باتیں کرنا کیا یہ گناہ نہیں ہے؟ کیا اللہ تعالیٰ پوچھیں گے نہیں کہ تم نے وقت کہاں استعمال کیا؟ میں یہ بات ایسے ہی نہیں کہہ رہا، لوگ چار چار پانچ پانچ گھنٹے مفت پیکج پر باتیں کررہے ہیں۔

۲— پروپیگنڈا کرکے بدنام کرنا

آج کل ایک دوسرے کے راز کے پیچھے پڑتے ہیں، تجسس کرتے ہیں، غلطیوں کی ٹوہ لگاتے ہیں اور بعض بے حیا موبائل ہیک کرکے تمام ڈیٹا چوری کرلیتے ہیں، پھر عزت کی دھجیاں اُڑا کر مزے لیتے ہیں، حالانکہ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کعبہ شریف کو دیکھ کر فرمایا تھا: ’’اے کعبہ! تیری

عزت سر آنکھوں پر ہے، لیکن مومن کی آبرو تجھ سے بڑھ کر ہے۔'' بجائے اس کے کہ دوسروں کے عیبوں پر پردہ رکھے ان کو اور پھیلاتے ہیں، حالانکہ دوسروں کے عیب کو چھپانے کا حکم ہے۔ موبائل کے ذریعے پردہ دری، پروپیگنڈہ، جھوٹ کو سچ اور سچ کو جھوٹ بنانا بھی عام ہوتا جارہا ہے۔ گناہوں کی تصویر بنا کر ستاتے اور ذلیل کرتے ہیں، حالانکہ عیب دیکھنا بھی منع اور عیب ظاہر کرنا بھی گناہ ہے۔

۳- کسی کو ذلیل کرنے پر وعید

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سرورِ عالم رسالت مآب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو بندہ دنیا میں کسی بندے کے عیب چھپائے گا، قیامت کے دن اللہ اس کے عیب چھپائے گا۔'' تمام مخلوق اللہ کی عیال ہے، اور اللہ کو اپنے بندوں کی عیب جوئی، ان کو بدنام کرنا سخت ناپسند ہے، اتنا ناپسند ہے کہ اس کو زنا سے زیادہ اشد قرار دے دیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''غیبت زنا سے بھی زیادہ شدید ہے۔''

ہمارے حضرت والا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس کی مثال دیا کرتے تھے کہ دیکھو! اپنا بیٹا کتنا ہی نالائق ہو اور باپ اسے ڈانٹتا بھی ہو، مگر باپ یہ برداشت نہیں کرسکتا کہ میرے بیٹے پر محلہ میں کوئی دوسرا تبصرہ کرے، اس سے اس کا دل دکھتا ہے، اسی طرح اللہ تعالیٰ کو حق ہے اپنے بندوں کو ڈانٹ لگانے کا، مگر تم کیوں اس پر تبصرہ کرتے ہو؟ اگر تم واقعی مخلص ہو تو اسے ادب و اکرام سے سمجھاؤ، اس کے لیے دعائیں مانگو، روؤ کہ اے اللہ! وہ بے نمازی ہے اسے نمازی بنادے، کچھ آنسو گراؤ، پھر دیکھو! تمہارے دل میں کیسا نور بڑھتا ہے!

۴- واٹس اپ گروپ کی وجہ سے جھگڑے

اسمارٹ فون پر خاندانوں اور دوستوں کے واٹس اپ گروپ بنے ہوئے ہیں، جس میں فضول بحث ومباحثوں کے ساتھ غیبت، بہتان تراشی اور تنقید کا بازار گرم رہتا ہے، اس کو گناہ ہی نہیں سمجھتے۔ فضول باتوں میں وقت الگ برباد کرتے ہیں اور تلخیاں الگ ہوتی ہیں۔ ساس بہو میں کچھ جھگڑا ہوا اور بہو ناراض ہو کر میکے چلی گئی تو نیٹ کے گروپ میں غیبت، برائی اور الزامات لگا کر مزید دوریاں پیدا کرتے ہیں۔ خاندان کے جھگڑے، میاں بیوی، ساس بہو کے جھگڑے ٹیپ کر لیتے ہیں، پھر اس میں سے اپنی غلط باتوں کو نکال کر دوسروں کی غلطیوں کو پھیلاتے ہیں، صلح کے بجائے آگ لگا کر طلاق کرادیتے ہیں، کیونکہ جوڑنے والے کم اور توڑنے والے اور تماشا دیکھ کر خوش ہونے والے زیادہ ہوتے ہیں۔

۵- بلیک میلنگ کرنا

موبائل کے ذریعے بلیک میل کرنے کا سلسلہ بھی عام ہے، لوگوں کی بددعائیں لیتے ہیں، عزت والے لوگ بدنام ہوجاتے ہیں اور یہ لوگ خوشیاں مناتے ہیں کہ ہم نے بڑا کارنامہ کرلیا۔ اسی طرح بعض لوگ علماء اور بزرگانِ دین کی ویب سائٹ ہیک کر کے اس پر غلط چیزیں ڈال کر ان کو بدنام کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی مول لیتے ہیں۔

۶- موبائل کے استعمال کی وجہ سے اخلاق خراب

موبائل کی فضولیات کے ساتھ نہ شوہر کی اطاعت ہوسکتی ہے، نہ ماں باپ، ساس سسر کی خدمت ہوسکتی ہے، نہ اولاد کی تربیت ہوسکتی ہے، خاتون جب فون یا نیٹ کے ذریعہ پیکج پر بات کرے گی، اور اس دوران جب بچہ روئے گا، اسے بھوک لگے گی یا پیشاب پاخانہ کردے گا تو خاتون اُسے برا بھلا کہے گی، مارے گی، کیونکہ فون تو وہ بند نہیں کرے گی، معصوم بچے کی پٹائی کرنے سے کیا اللہ تعالیٰ راضی ہوگا؟

۷- ریا اور حُبِ جاہ کا مرض

جو لوگ اسمارٹ فون رکھتے ہیں، اس سے فیشن پرستی میں بھی مبتلا ہونے کا خدشہ ہے، کہتے ہیں کہ فلاں کے پاس ایسے جدید فیشن والا موبائل ہے تو میرے پاس بھی ہونا چاہیے۔ احساسِ کمتری، ریا، دکھلاوا، شرکِ خفی میں مبتلا ہو رہے ہیں، مہنگا موبائل خریدنے میں جاہ بھی چھپی ہوئی ہے کہ شہرت ملے اور لوگ تعریف کریں کہ میرے پاس قیمتی موبائل ہے، نئے نئے ڈیزائن کے مہنگے موبائل خرید لیتے ہیں، پھر دوسروں کو دکھانے کے لیے ان کے بات کرنے کا انداز بدل جاتا ہے، بات بات پر جان بوجھ کر موبائل دکھاتے ہیں کہ مرے پاس اتنا مہنگا موبائل ہے۔ کیا یہ ریا نہیں ہے؟ اب جن کے پاس بڑا موبائل نہیں ہو گا تو اگر وہ سمجھدار ہوں گے تو خوش ہوں گے کہ اس بلا سے اللہ تعالیٰ نے محفوظ رکھا اور اگر عقلمند نہیں ہوں گے تو احساسِ کمتری کا شکار ہوجائیں گے۔

۸- ناشکری اور حرص کا مرض

اسمارٹ فون سے ناشکری اور حرص کا بھی مرض پیدا ہوتا ہے، کیسے؟ خواتین ویب کیمرہ یا واٹس اپ

پر اپنے رشتے داروں کے گھر کی مختلف اشیاء مثلاً پردے، کراکری، کھلونے، کپڑے وغیرہ دیکھ کر ناشکری کرتی ہیں کہ: ''ہمارے پاس یہ سب کیوں نہیں ہے؟'' اسی طرح مختلف ملکوں کے رشتے داروں سے رابطہ ہوتا ہے تو ان سے کہتے ہیں کہ اپنا گھر دکھاؤ، بیٹھنے کی جگہ دکھاؤ، کراکری، کارپٹ وغیرہ دکھاؤ، جو چیزیں چھپا کر رکھنے کی ہیں، وہ سب لائیو دکھارہے ہیں، یا ویڈیو بنا کر بھیج رہے ہیں۔ جن لوگوں کے پاس یہ چیزیں نہیں ہوں گی ان کو حسرت ہوگی، وہ ناشکری کے گناہ میں مبتلا ہوں گے اور دکھانے والا ریا کے گناہ میں مبتلا ہوگا۔ یہ سب دکھانے کا مقصد کیا ہوتا ہے؟ یہی کہ سب پوچھیں کہ یہ چیز کتنے کی لی ہے؟ اور ہمارا رعب جمے کہ اچھا! اتنی مہنگی لی ہے۔ اسی طرح اپنی بچیوں کے جہیز کا سامان، زیورات اور کپڑے دوسروں کو موبائل پر دکھانے سے نظر بھی لگتی ہے، پھر روتے ہیں کہ نظر لگ گئی۔

۹ – گنجائش سے مہنگی چیزیں خریدنے کے لیے قرض لینا

دوسری بات یہ ہے کہ جب یہاں اس کو خریدنے کی استطاعت نہیں ہوگی تو قرض لیا جائے گا اور قرضوں میں ڈوبتے چلے جائیں گے، ہر وقت مقروض ہیں، ہر وقت دوسروں کی طرف دیکھ رہے ہیں، گھر کی خواتین کی فرمائشیں بھی کم نہیں ہوتیں، جیسے کسی بڑے اسٹور یا شاپنگ مال میں جو جاتا ہے تو یا تو ناشکری کرنے لگتا ہے یا حیثیت سے زیادہ خریداری کرتا ہے۔ اب جب باہر ملک کی چیزیں دیکھیں گے کہ وہاں سردی کے کپڑے وغیرہ اتنے اچھے ہیں تو فوراً یہاں سے کہا جاتا ہے کہ ہم آپ کو پیسے بھیج رہے ہیں، آپ یہ کپڑے خرید کر کسی کے ساتھ یہاں بھجوا دیں۔ دن بدن اتنے خرچے بڑھیں گے کہ مقروض ہو کر منہ دکھانے کے قابل نہیں رہیں گے۔ ایسے لوگوں کا پیٹ کبھی نہیں بھرے گا، کیونکہ نہ موجودہ نعمت پر شکر ہوتا ہے، نہ قناعت ہوتی ہے۔ دنیا میں اپنے سے کم والوں کو نہیں دیکھیں گے اور دین میں اپنے سے اوپر والوں کو نہیں دیکھیں گے، اللہ تعالیٰ سے کسی حالت میں راضی نہیں ہوں گے۔ ناشکری نے کہاں سے کہاں تک پہنچا دیا۔

ماهنامه مظاهر علوم سهارنپور؛ تبلیغِ دین، اشاعتِ اسلام اور اصلاحِ معاشرہ کی ایک عظیم تحریک ہے، لہٰذا خود بھی اس کے ممبر بنیں اور دوسروں کو بھی ممبر بنا کر اس تحریک سے جوڑیں۔

خواتینِ اسلام

پردہ عورت کے لئے نعمت

مولانا محمد اشرف علی اعظمی قاسمی
ادارہ خالد بن ولید محمد پور اعظم گڑھ

بے دینی، غفلت اور گناہوں کے ماحول میں دین پر عمل کرنا اگر چہ مشکل ہے؛ تاہم کامیابی اور نجات کا راستہ یہی ہے، جنت کی حسین نعمتوں کے مستحق وہی لوگ ٹھیریں گے جو اپنی خواہشات پر اللہ کے احکامات کو ترجیح دیں گے، عورتوں کے لئے ان ہی احکامات میں سے ایک حکم، غیر محرم مردوں سے پردہ کرنا ہے

عورتوں کے لئے اجنبی (غیر محرم) مردوں سے پردہ کا حکم کوئی نئی چیز نہیں ہے نہ ہی یہ موجودہ دور کے علماء کی ایجاد ہے؛ بل کہ یہ اس رب کا حکم ہے جس نے کائنات بنائی ہے، مرد و عورت کی تخلیق کی، دونوں کے مزاج اور نفسیات کو بنایا، دونوں کی ساخت اور بناوٹ میں کچھ فرق رکھا، دونوں کے دلوں میں جذبات رکھے، وہ رب ہم کو خود ہم سے زیادہ جانتا ہے، ہماری خوبیوں اور کمزوریوں سے ہم سے زیادہ واقف ہے، پردہ کا حکم اسی رب کی جانب سے ہے، لہٰذا اس حکم کی حکمت و مصلحت اور اس کے انفرادی و اجتماعی فائدے اور اس کے ترک کے نقصانات سے ہم واقف ہوں یا نہ ہوں، وہ رب بخوبی واقف ہے۔

پردہ کا حکم ہم تک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے سے آیا جو عورتوں سے بہت زیادہ محبت کرتے تھے، جنہوں نے بچیوں کو زندہ دفن کرنے جیسی درندگی کا دنیا سے خاتمہ کیا، عورت کو تذلیل کی دلدل سے نکال کر توقیر کی بلندی پر پہنچایا، بیٹی کو میراث میں حصہ دار بنایا، ماں کے قدموں کے نیچے جنت قرار دی، بیوی پر خرچ کرنے کو بہترین صدقہ بتایا، بیوی کو (بلا ضرورت شدیدہ، اور نازک مقامات پر) مارنے سے منع فرمایا، محبت کے اظہار، کھلانے پلانے اور ہدیہ و تحفہ دینے میں بیٹا و بیٹی کو برابر قرار دیا، پردہ کا حکم اسی محسنِ ''صنف نازک'' کے ذریعے آیا ہے؛ لہٰذا ضرور اس حکم میں عورتوں کی بھلائی اور بہبود پوشیدہ ہوگی۔

برقع کا وجود

اسلام سے پہلے، زمانہ جاہلیت میں عورتیں پردہ نہیں کرتی تھیں، اسلام کے ابتدائی دور میں بھی پردہ کا

حکم نہیں تھا،عورتیں مردوں کے سامنے ہوا کرتی تھیں،ان سے بے تکلف بات چیت کرتی تھیں،اگرچہ وہ عورتیں عفت و پاکدامنی کا پیکر ہوتی تھیں لیکن چوں کہ بے پردگی انسانی شرافت وغیرت کے خلاف تھی اور بیمار دل افراد کو، بے پردہ عورتوں کے بارے میں، دل میں غلط خیال لانے کا موقع ہاتھ آتا تھا؛ لہٰذا بعض صحابہ کرام، اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے تقاضا کرتے تھے کہ ’’آپ اپنی ازواج کو اجنبی مردوں کے سامنے ہونے سے منع فرمادیجئے‘‘ اس موقع پر اللہ تعالی نے حجاب کا حکم نازل فرمایا(بخاری)

اس حکم کا نازل ہونا تھا کہ صحابیات (صحابہ کرام رض کی مستورات) نے اسے اپنی زندگی کا لازمی جز بنا لیا اور اس پر اس تیزی اور کامل طریقے سے عمل کیا کہ خود ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بھی حیران رہ گئیں، فرماتی ہیں کہ

> اللہ تعالی ابتداء میں ہجرت کرنے والی عورتوں پر رحم فرمائے، آیت کریمہ: ولیضربن بخمرھن علی جیوبھن نازل ہوتے ہی یہ تیزی سے اپنے کپڑوں اور چادروں کی جانب بڑھیں اوران میں سے موٹے کپڑوں کو چاک کیا اوران سے اپنے کو پردے میں چھپا لیا (بخاری)
>
> انصار کی عورتوں کے بارے میں فرماتی ہیں :
>
> بخدا میں نے اللہ کی کتاب کی تصدیق اور قرآن پر ایمان (وعمل) کے تعلق سے انصار کی عورتوں کو بے مثال پایا؛ سورہ نور کی آیت ولیضربن بخمرھن علي جیوبھن نازل ہوئی، ان کے مرد گھر جا کر اپنی بیوی، بیٹی، بہن اور رشتہ دار عورتوں کے سامنے پردہ کے احکام کی آیتیں پڑھتے جاتے، عورتیں اپنے منقش کپڑوں کی جانب بڑھتی جاتیں اور اللہ کے نازل کردہ حکم پر عمل کرتے ہوئے پردے میں مستور ہو جاتیں، عالم یہ تھا کہ جب وہ فجر کی نماز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے باپردہ کھڑی ہوئیں تو کالے کپڑوں والے پردے کی وجہ سے ایسا محسوس ہوتا تھا کہ ان کے سروں پر کالے کوے بیٹھے ہوئے ہیں (ابن ابی حاتم)

پردہ کا حکم نازل ہوتے ہی ’’جنتی عورتوں‘‘ نے اپنے آپ کو اس حکم کا پابند بنا لیا، وہ یہ جانتی تھیں کہ جنت میں جانے کے لئے صرف عبادات کافی نہیں ہے، بلکہ پردے کے حکم پر عمل کرنا بھی ضروری ہے۔

چنانچہ اس حکم کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج اور تمام صحابیات پردہ کرنے لگیں، ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ایک سفر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھیں، روانگی کے وقت قافلے سے پیچھے

رہ گئیں، یہ سوچ کر ایک جگہ بیٹھ گئیں کہ جب آگے والوں کو میرے چھوٹ جانے کا پتہ چلے گا تو کسی کو لینے کے لئے بھیجیں گے، اس درمیان نیند آ گئی، اسی دوران ایک صحابی، صفوانؓ جو قافلے سے پیچھے رہ گئے تھے، ان کی نگاہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر گئی، انہوں نے بے ساختہ اناللہ پڑھی، ان کی آواز سے سیدہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی نیند کھل گئی، اس وقت ان کا چہرہ کھلا ہوا تھا، کہتی ہیں کہ صفوان نے دیکھتے ہی مجھے پہچان لیا؛ کیونکہ انہوں نے حجاب کا حکم آنے سے پہلے مجھے دیکھ رکھا تھا، میں نے فوراً اپنے دوپٹے سے اپنا چہرہ چھپا لیا(بخاری)

اس واقعے سے واضح ہوتا ہے کہ پردہ کا حکم نازل ہونے کے بعد اجنبی مرد، اجنبی عورتوں کو نہیں دیکھ سکتے تھے؛ کیونکہ وہ پردہ کرتی تھیں۔

چہرہ چھپانے کے حکم کی تعمیل میں، امت میں برقع کا رواج دور صحابہ سے ہو گیا تھا، اور چونکہ احرام کی حالت میں عورت کے چہرہ پر کپڑا نہیں لگنا چاہئے، اس لئے محرمہ (احرام والی عورت) کو نقاب پہننے سے منع کر دیا گیا، **وعن ابن عمر أن النبي صلى الله عليه وسلم قال :لا تنتقب المرأة المحرمة** (بخاری)، احرام والی عورت نقاب نہ پہنے۔

یہ حدیث ان کم فہم لوگوں کا جواب ہے جو یہ سمجھتے ہیں کہ پردہ چہرے کا نہیں ہے؛ کیونکہ اگر چہرہ کا پردہ نہ ہوتا اور اگر دور صحابہ میں عورتیں چہرہ کھلا رکھتی تھیں تو پھر احرام والی عورت کو نقاب پہننے سے کیوں منع کیا جاتا۔

لیکن احرام کی حالت میں بھی وہ پاکیزہ عورتیں یہ کوشش کرتی تھیں کہ اجنبی مرد ہمارے چہروں کو نہ دیکھیں؛ چنانچہ سیدہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں: **كنا إذا مر بنا الركبان -في الحج- سدلت إحدانا الجلباب على وجهها، فإذا جاوزونا كشفناه** (أبوداود وغیرہ)

جب سوار ہمارے پاس سے گذرتے، ہم اپنے کپڑے، اپنے چہروں پر لٹکا لیتے اور جب وہ گزر جاتے ہم چہرے کھول دیتے۔

نقاب کی بناوٹ اور ڈیزائن؟

چونکہ برقع کا مقصد عورت کے جسم کو چھپانا، بدنگاہوں کی بری نظر سے بچانا اور اجنبی مردوں کی غلط توجہ کو اس سے ہٹانا ہے؛ اس لئے مکمل اور شرعی نقاب وہی ہوگا جو اس مقصد کو زیادہ عمدہ طریقے سے ادا کرے گا، ایسا نقاب جو ڈھیلا ڈھالا ہو، جس سے جسم کی بناوٹ اور بدن کے نشیب فراز ظاہر نہ ہوتے ہوں، اتنا باریک نہ ہو

جس سے جسم جھلک رہا ہو، سادہ ہو، اس پر دل کش ڈیزائن اور جاذب نظر نقش ونگار بنے ہوئے نہ ہوں، ہاتھ اور پاؤں کے علاوہ سارے جسم کو چھپانے والا ہو، ہاں علماء نے آنکھ کو اس طرح کھولنے کی اجازت دی ہے کہ چہرے کے خدوخال دکھائی نہ دیتے ہوں، اگر باریک جالی آنکھوں کے سامنے لگادی جائے تو زیادہ احتیاط کی بات ہے، جیسا کہ ماضی قریب میں ہوا کرتا تھا اور اب بھی نیک صفت عورتوں کا شیوہ یہی ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ ہمارے زمانے کے وہ برقعے جو قسم قسم کی ڈیزائن سے مزین ہوتے ہیں، اسی طرح وہ برقعے جو بہت تنگ یا پائنچے کی طرح بہت زیادہ گھیرا لئے ہوئے ہیں جس کی جانب راہ چلنے والوں کی نگاہ کھنچتی ہے اور وہ برقعے جس میں پیشانی کھلی ہو، یا آنکھ کے اردگرد کا چہرہ اتنا کھلا ہو کہ عورت کی شکل وصورت کا زاویہ ذہن میں آتا ہو، ایسے برقعے شریعت کے مقصد ومنشا کے خلاف ہیں، اور ان سے پردہ کے حکم پر عمل نہیں ہوتا ہے۔

ہمارے زمانے میں بہت سے کام ہم درست سمجھ کر کرتے ہیں جب کہ وہ غلط ہوتے ہیں، کتنی عورتیں جو برقع میں ہوکر بے پردہ ہوتی ہیں اور برقع کے مقصد کو ختم کردیتی ہیں، میری نظر میں (اور یہ بات میں اپنے علم وتحقیق کے مطابق پورے وثوق سے کہہ رہا ہوں) حجاب کے معاملے میں مشہور، مسکان نامی لڑکی کا برقع بھی مکمل برقع نہیں تھا، اس کی پیشانی کا ایک بڑا حصہ کھلا ہوا تھا، افسوس کی بات یہ کہ ہماری کتنی بچیاں مسکان کے برقع کو دیکھ کر اسی جیسا برقع پہننے لگی ہیں، ان کا چہرہ تقریباً نصف کھلا رہتا ہے، ان کے ادھ کھلے چہرے کے سامنے باحیا انسان کو اپنی نگاہ جھکانی پڑتی ہے۔

نقاب کا رنگ!

اوپر گذری ہوئی حدیث: ’’جب وہ عورتیں فجر کی نماز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے باپردہ کھڑی ہوئیں تو کالے کپڑوں والے پردے کی وجہ سے ایسا محسوس ہوتا تھا کہ ان کے سروں پر کالے کوے بیٹھے ہوئے ہیں‘‘ سے معلوم ہوا کہ پردہ کا حکم نازل ہونے کے بعد پہلے دن ہی نقاب کے لئے ساری عورتوں نے یا زیادہ عورتوں نے کالے رنگ کا انتخاب کیا، اور غالباً یہ انتخاب پردہ کے نقطہ نظر سے حسن انتخاب تھا؛ کیوں کہ کالا رنگ مقصد حجاب کو دوسرے رنگوں کے مقابلے میں زیادہ ادا کرتا ہے، کالا رنگ زیادہ باوقار اور زیب وزینت سے دور ہوتا ہے، اس پر نگاہ جمتی نہیں اچٹتی ہے؛

آج بھی ہم دیکھتے ہیں کہ کالے رنگ میں ملبوس عورت کو لوگ زیادہ باوقار اور باعظمت سمجھتے ہیں، بنسبت ان

عورتوں کے جورنگ برنگے برقعے زیب تن کئے رہتی ہیں، ہوسناک نگاہیں ان کا تعاقب کرتی ہیں، یہ تصور بھی ذہن میں آجاتا ہے اس نقاب میں ملبوس عورت، فیشن ایبل عورت ہے جو اپنی زیب وزینت کا اظہار کرتے ہوئے لوگوں کی توجہ کی طالب ہے، بعض عورتیں برقع تو کالے رنگ کا پہنتی ہیں؛ مگر دوپٹہ رنگ برنگ کا پہن لیتی ہیں ان کا معاملہ بھی ایسا ہی ہے، لوگوں کی نظر ان بھی پڑتی ہے اوران کے بارے میں لوگوں کے خیالات اسی قسم کے ہوتے ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ قرن اول سے کالے رنگ کے برقعے کا معمول امت میں چلا آرہا ہے اوراسے ایک طرح سے عمل متوارث اور امر(اجماعی نہ سہی)اجتماعی کا مقام حاصل ہے، میری اپنی معلومات کے مطابق دورحاضر میں بھی افغانستان کے علاوہ عرب وعجم اور مصر وشام بلکہ یورپ وامریکہ میں بھی متقی اور دیندار عورتیں کالے رنگ کا برقعے کا استعمال کرتی ہیں (افغانستان میں اگرچہ برقع کا رنگ کالانہیں ہوتا؛ تاہم ان کے برقع کی ہیئت، فیشن سے دور، بہت سادہ اور ساتر ہوتی ہے جس سے پردہ کا مقصد بدرجہ اتم حاصل ہوتا ہے)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ:

۱— جنتی عورتوں کے اعمال" میں ایک اہم عمل پردہ ہے۔

۲— اگر انہیں کسی ضرورت سے گھر سے باہر نکلنا ہوتو ہاتھ (گٹے کے نیچے) اور پاؤں (ٹخنوں کے نیچے) کے علاوہ پورے بدن کو چھپا کر نکلیں۔

۳— پردہ کے لئے سب سے بہترین لباس برقع ہے

۴— برقع سادہ اورڈھیلا ہونا چاہیئے تاکہ بدن کی ہیئت ظاہر نہ ہو۔

۵— احتیاط اور فتنوں سے حفاظت کے نقطہ نظر سے بہتر ہے کہ برقع کا رنگ بھی کالا ہو اور دوپٹے کا رنگ بھی کالا ہو۔

۶— ان سب کے ساتھ ضروری ہے کہ دل میں تقوی اور آنکھوں میں حیا ہو؛ کیوں کہ پردہ وبرقع ،ظاہری احکام اور گناہوں سے بچنے کے اسباب ہیں ؛لیکن اصل گناہوں سے بچانے والی چیز تقوی اور حیا ہے۔

اللہ تعالی سے دعاء ہے کہ وہ میری اور تمام اہل ایمان کی مستورات کو اپنے احکامات پر چلنے والا بنائے، ہر برائی وبے حیائی سے حفاظت فرمائے۔آمین

راہِ عمل

دوسری وآخری قسط

مُروءتِ شرعیہ (دِینی شرافت)

(حقیقت، اہمیت اور تقاضے)

جمع وترتیب : مولانا محمد معاویہ سعدی

استاذ جامعہ مظاہر علوم، سہارنپور

(۲) مروت کی دوسری قسم (جو خواصِ اُمت سے مطلوب ہے):

خواصِ اُمت اور خدامِ دین سے جو اوصافِ مروءت اور اَخلاق ومکارم مطلوب ہیں، وہ مزید برآں ہیں، اور اِس کی مختلف وجوہ ہیں:

اَ : یہ حضرات مقتدائے قوم ہوتے ہیں، اِس لیے ان کی زندگی دوسروں کے لیے بہر حال نمونہ بن جاتی ہے، خواہ یہ اس کو نمونہ کہہ کر پیش کریں یا نہ کریں۔

ب : یہ حضرات مقربینِ بارگاہِ خداوندی باور کیے جاتے ہیں، اور **حسنات الأبرار سیئات المقربین** کا اُصول مشہور اور مسلم ہے۔

ج : اگر یہ خادمِ دین عالم بھی ہے، پھر تو وہ وارثِ انبیاء بھی ہے، اور اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حرمات مطہرات کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا تھا : یَانِسَاءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَأَحَدٍ مِنَ النِّسَاء (اے نبی کی بیبیو! تم عام عورتوں جیسی نہیں ہو......)۔

معلوم ہوا کہ وارثینِ انبیاء کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے ہاں بھی نہایت خصوصی ہے، اور اِسی لحاظ سے عوام کے ہاں بھی اُن کی اہمیت ہوتی ہے، اُن کی زندگی اُن کی ذاتی زندگی نہیں رہ جاتی کہ اُس کو ذاتی معاملہ (پرائیویٹ لائف) کہہ کر نظر انداز کر دیا جائے۔

بلکہ اُن کے ہر ہر قول وعمل میں دین کی ترجمانی اور اسلام کا پیغام بھی پوشیدہ ہوتا ہے، اور لوگ اُس کو حجت اور دلیل بناتے ہیں۔

اِسی لیے علماء نے دینی پیشواؤں کے لیے اور بطور خاص اہلِ علم کے لیے مروت وشرافت کا نہایت اعلیٰ معیار مقرر فرمایا ہے۔

راویٔ حدیث کے لیے اَسبابِ مروءت بیان کرتے ہوئے علامہ سخاویؒ (ت:۹۰۲ھ) فرماتے ہیں:قد حقق الماوردي أن الذي تجنبه منها شرط في العدالة، وارتكابه مفض إلى الفسق:ما سخف من الكلام المؤذي، والضحك، وما قبح من الفعل الذي يلهو به، ويستقبح بمعرته، كنتف اللحية، وخضابها بالسواد، وكذا البول قائماً، يعني في الطريق، وبحيث يراه الناس، وفي الماء الراكد، وكشف العورة إذا خلا، والتحدث بمساوئ الناس.

قال الزنجاني...... :وفي الجملة رعاية مناهج الشرع وآدابه، والاهتداء بالسلف، والاقتداء بهم :أمرٌ واجب الرعاية.

قال الزركشي :وكأنه يشير بذلك إلى أنه ليس المراد سيرةَ مطلق الناس، بل الذين يُقتدى بهم، وهو كما قال (فتح المغيث بشرح ألفية الحديث (۲/۱۵۹))انتهى ملخصاً۔

امام ماوَردیؒ نے اِس مسئلہ کو محقق فرمادیا ہے کہ جو مروءت: شرطِ عدالت کی تکمیل کے لیے ضروری ہے، اورجس کی خلاف ورزی موجِبِ فسق ہوسکتی ہے: وہ جیسے تہذیب سے گرا ہوا کلام، متانت سے گری ہوئی ہنسی، اورایسی تفریح جواُس شخص کے مقام کے نامناسب ہو، اسی طرح جس نامناسب کام سے اُس کی شخصیت پر آنچ آتی ہو، جیسے داڑھی کے بال اکھیڑنا، سیاہ خضاب لگانا، راستے میں کھڑے ہوکر، یالوگوں کے سامنے، یاٹھہرے ہوئے پانی میں پیشاب کرنا، اورتنہائی میں ستر کی حفاظت کااہتمام نہ کرنا، اورلوگوں کی برائی اورغیبت میں لگے رہنا..... وغیرہ وغیرہ۔

زَنجانیؒ فرماتے ہیں: حاصل یہ ہے کہ اِس مطلوبہ مروءت کے لیے شریعت کے طریقے کی اور اُس کے آداب کی رعایت، سلفِ صالحین کی سیرت کااتباع، اوراُن ہی کے نقوشِ قدم پر چلنا :یہ ایسی ضروری قیدیں ہیں کہ ایک راویٔ حدیث (اورعالِم دین) کے لیے ان کی رعایت بہرحال ضروری ہے۔

علامہ زرکشیؒ: زَنجانی کے اِس قول پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اِس سے معلوم ہوا کہ اِس مروءت کے لیے عام لوگوں کی سیرت کافی نہیں ہے، بلکہ مقتدا اوراکابر کی سیرت کو اِختیار کرنا ضروری ہے۔

علامہ سخاویؒ فرماتے ہیں :بجا فرمایا، بالکل یہی بات ہے)۔انتہی

اِن سب کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک عالِم دین کو اپنی وضع قطع، لباس وہیئت، طرزِ معاشرت، چال

ڈھال، نشست و برخاست، مجالست و مصاحبت، اور اَخلاق وعادات سب کی سب: سلفِ صالحین اور اکابرِ دین کے طریقے کے مطابق رکھنی چاہیے، جبھی وہ عالمِ ربانی اور مردِ حقانی بن سکتا ہے، ورنہ اگر یہ سب حفاظتی حصار نہ ہوں تو نعوذ باللہ نفس وشیطان کے ہاتھوں کا کھلونا بننے میں دیر نہیں لگے گی۔

کوئی کہہ سکتا ہے کہ یہ شرائط ایک راویٔ حدیث کی ثقاہت اور محدث کے استناد کے لیے تو ٹھیک ہیں، مگر ایک عالم اور مفتی کے لیے بھی یہ شرائط اسی طرح سے مطلوب ہیں، اس کی کیا دلیل ہے؟

تو جاننا چاہیے کہ اِس کی صراحت محققین علماء نے فرمائی ہے، چنانچہ امام ابوبکر جصاص رازیؒ فرماتے ہیں: **فمن كان بالمنزلة التي وصفنا: جاز له الاجتهاد في أحكام الحوادث، وردُّ الفروع إلى أصلها، وجاز له الفتيا بها إذا كان عدلاً. فأما إن جمع ذلك ولم يكن عدلاً، فإنَّ فتياه غير مقبولة، كما لا يُقبل خبره إذا رواه، ولا شهادتُه إذا شهد** (الفصول فی الأصول لأبی بکر الجصاص الرازی ۴/۲۷۳)۔

حافظ ابن الصلاحؒ فرماتے ہیں: **أما شروطه وصفاته: فهو أن يكون مكلفًا مسلمًا، ثقة مأمونًا، متنزهًا من أسباب الفسق ومسقطات المروءة، لأن من لم يكن كذلك فقوله غير صالح للاعتماد، وإن كان من أهل الاجتهاد** (أدب المفتی والمستفتی ص: ۸۶).

بلکہ اِس زمانہ میں عقلی لحاظ سے مفتی کے لیے تو ان شرائط کی اور زیادہ اہمیت سمجھ میں آتی ہے، اس لیے کہ راویٔ حدیث کے مخاطب تو عام طور پر خواص ہوتے ہیں، اُن کے ساتھ تلبیس وتضلیل کا معاملہ عموماً آسان نہیں ہوتا۔

جب کہ مفتی کے مخاطب اکثر وبیشتر عوام الناس ہوتے ہیں، اَب اگر مفتی اپنے قول وعمل اور فکر وعقیدہ کے لحاظ سے قابلِ وثوق نہیں ہوگا تو اُس سے تلبیس وتضلیل کا خطرہ بہت زیادہ ہے، اور عین ممکن ہے کہ اُس کو اپنے فتاویٰ میں اپنا تحفظ اور دفاع بھی پیشِ نظر ہو جائے، اور وہ شریعت کا اصل حکم بتلانے کے بجائے وہ صورت بتائے جس کی زد اُس کے قول وعمل پر نہ پڑتی ہو۔

امام نوویؒ فرماتے ہیں: **قال الشيخ أبو عمرو ابن الصلاح: وينبغي أن يكون كالراوي في أنه لا يؤثر فيه قرابةٌ وعداوةٌ، وجرُّ نفع، ودفعُ ضر، لأن المفتي في حكمِ مُخبرٍ عن الشرع بما لا اختصاص له بشخص، فكان كالراوي، لا كالشاهد، واتفقوا على أنّ الفاسق لا تصح**

فتواه، ونَقلَ الخطيب فيه إجماعَ المسلمين (آداب الفتوى والمفتي والمستفتي للنووي، ص:۱۹)۔

مفتیٔ ماجن:

اِسی طرح امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک آزاد عاقل بالغ پر حجر (پابندی) لگانا جائز نہیں ہے، مگر تین طرح کے لوگوں پر ضروری ہے: طبیبِ جاہل، مفتیٔ ماجن، اور مُکارِیٔ مفلس (ایسا کاروباری جو مفلس ہو چکا ہو)۔

اِس لیے کہ اول میں لوگوں کی جان کو خطرہ ہے، ثانی میں اِیمان کو خطرہ ہے، اور ثالث میں مال کو خطرہ ہے۔

ماجن: مُجون سے مشتق ہے، جس کے معنی سخت کے ہیں، وہ شے جس کے اوپر کسی چیز کا اثر نہ ہوتا ہو۔

اِسی روشنی میں فقہاء نے مفتیٔ ماجن کی مختلف تشریح کی ہے، مثلاً: جو فاسقوں جیسے اعمال کرتا ہو، لوگوں سے شرم وحیا نہ رکھتا ہو، لوگوں کے لیے دِین میں اُن کے من چاہے حیلے تراشتا ہو، عورتوں کے لیے بنتا سنورتا ہو، اور ایک تفسیر یہ بھی کی گئی کہ شطرنج وغیرہ کھیلتا ہو، اور اِن سب کا حاصل یہ لکھا ہے کہ دین کے معاملے میں بے باک، یا لاپرواہ ہو، اور ایسا سخت دِل ہو گیا ہو کہ کسی کی بات سے، یا حالات سے عبرت نہ پکڑتا ہو۔

اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل وکرم سے ہم سب کو نفس وشیطان کے غلبے اور پھندے سے نکال کر، اِیمانی، عرفانی، روحانی اور اِحسانی اَعمال واَشغال میں مشغول فرمائیں، اور دنیا کی محبت دل سے نکال فکرِ آخرت نصیب فرمائیں، اور مُنعَم علیہم کے راستے پر چلنا آسان فرمائیں، آمین

وصلى الله وبارك وسلم على سيدنا ونبينا ومولانا محمد وآله وأصحابه أجمعين

، وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين

طابع، ناشر، مدیر (مولانا) محمد عاقل (صاحب) ناظم مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور نے
سبھاش پرنٹنگ پریس نواب گنج چوک سہارنپور سے چھپوا کر
دفتر ماہنامہ مظاہر علوم سہارنپور سے شائع کیا

خدماتِ مظاہر

تحفظ ختم نبوت میں
مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور کا کردار

مولانا محمد راشد گورکھپوری
استاذ شعبۂ تحفظ ختم نبوت مظاہر علوم سہارنپور

مدرسہ مظاہر علوم ایک عالمی اور مرکزی ادارہ ہے، اسکا فیض چار دانگ عالم میں پھیلا ہوا ہے، ناموس رسالت کی حفاظت کی خاطر جہاں شمع رسالت کے پروانوں نے عظیم قربانیاں دی ہیں وہیں مدرسہ مظاہر علوم اور اس کے علماء وفضلاء اور اکابر ومشائخ نے بھی قادیانیت کے تعاقب میں زبردست کردار ادا کیا ہے۔

ہر مسلمان کو معلوم ہے کہ ختم نبوت کا عقیدہ ایک بنیادی، حساس اور مرکزی عقیدہ ہے، اس عقیدہ کی اہمیت اور حساسیت ہی کا نتیجہ تھا کہ علماء مظاہر علوم شروع ہی سے باطل کے خلاف گرجتے اور برستے رہے اور ختم نبوت کی پاسبانی کا فریضہ انجام دیتے رہے۔

آپ مظاہر علوم کی تاریخ اٹھا کر دیکھ لیجیے، علماء مظاہر علوم کے حالات پڑھ لیجئے، اکابر مظاہر علوم کی سوانح عمری کا مطالعہ کر لیجیے آپ کو پتہ چل جائے گا کہ قادیانیت کے خلاف ہمارے اکابر کی جدوجہد ہر دور میں جاری رہی ھے بلکہ میں ایک قدم آگے بڑھ کر کہتا ہوں کہ اکابر مظاہر علوم نے فتنۂ قادیانیت کے ظہور سے پہلے ہی اسکی خطرناکی کو بھانپ لیا تھا۔ قادیانیت ابھی ابتدائی دور میں چل رہی تھی اسکا اصلی چہرہ ابھی پردہ میں تھا اسی زمانہ میں مظاہر علوم کے ایک فرزند نے مرزا غلام کی قلعی کھول کر رکھ دی تھی، اس فرزند جلیل کا نام ہے ”حضرت مولانا عبدالمنان وزیر آبادی قدس اللہ سرہ“۔ آپ حضرت مولانا محمد مظہر نانوتویؒ کے شاگرد تھے، ردقادیانیت کے میدان میں آپکا شمار صف اول کے علماء میں ہوتا ہے، جب مرزا نے خادم اسلام کے روپ میں سب سے پہلی کتاب ”براہین احمدیہ“ لکھی تو اس مرد قلندر نے اپنی فراست ایمانی سے اسی وقت مولانا ثناء اللہ امرتسری کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: مجھے شبہ ہوتا ہے کہ کسی دن یہ شخص نبوت کا دعویٰ کریگا:

تاڑنے والے قیامت کی نظر رکھتے ہیں
خوب پہچانتے ہیں چور کو تھانے والے
بہت جلد ہو جائے گا آشکارا
کہ جگنوں کو سمجھے ہو تم اک شرارہ

پیران پیر شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے خاندان کے چشم وچراغ حضرت مولانا پیر مہر علی شاہ گولڑوی کی شخصیت مرجع خلائق کی حیثیت رکھتی تھی آپ 1878ء میں مظاہر علوم سے فارغ ہوئے اور 1890ء میں مستقل قیام کے ارادے سے جب حرمین شریفین تشریف لے گئے تو آپ کے پیر ومرشد، سرخیل علماء دیوبند حاجی امداداللہ مہاجر مکیؒ نے آپ کو خلافت دیتے ہوئے فرمایا۔

''پنجاب میں عنقریب ایک فتنہ نمودار ہوگا اس کی روک تھام کیلئے آپ کا وہاں رہنا ضروری ہے آپ ہندوستان تشریف لے جائیں''

تاریخ گواہ ہے کہ حضرت حاجی صاحب قدس اللہ سرہ کی پیشگوئی حرف بحرف پوری ہوئی اور مرزا نے اس کے اگلے ہی سال 1891ء میں عیسیٰ مسیح ہونے کا دعویٰ کر دیا اور پیر گولڑوی علیہ الرحمہ نے اس کی سرکوبی میں ایسا شاندار کردار ادا کیا کہ ان کے ذکر کے بغیر ردقادیانیت کی تاریخ مکمل نہیں ہوسکتی۔

وہ پیر مہر علی شاہ گولڑوی ہی تھے کہ جب مرزا نے عربی زبان میں تفسیر نویسی کا چیلنج کیا تو آپ نے قبول کرتے ہوئے مختلف مکاتب فکر کے ہزاروں علماء کرام کو لیکر 25 اگست 1900ء کے دن لاہور کی شاہی مسجد میں مرزا کو للکارا لیکن اسے سامنے آنے کی ہمت نہیں ہوئی، ردقادیانیت کی تاریخ میں یہ وہ یادگار دن ہے جو مرزائیت کی رسوائی کے لئے خاص ہوکر رہ گیا ہے۔

وہ پیر صاحب ہی تھے جب مسیلمہ پنجاب نے عیسیٰ ابن مریم ہونے کا دعویٰ کر کے تائید کے لئے پیر صاحب کو خط لکھا تو پیر صاحب شعلہ جوالہ بن گئے اور فوراً تردیدی خط لکھ کر عیسیٰ کے رفع آسمانی کو ثابت کرتے ہوئے ''شمس الہدایہ'' نامی کتاب تصنیف فرمائی اور مرزا کے دعوے کو خاک میں ملا دیا۔

آج ببانگِ دہل یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ مرزائیوں کے لئے جہاں یہ کتاب سوہان روح ثابت ہوئی وہیں سعادت مندوں کے لئے ذریعہ ہدایت بھی بنی۔ اس کتاب کو پڑھ کر اپنی قسمت سنوارنے والوں

میں ایک بڑا نام مولانا حبیب اللہ کلرک کا بھی ہے جنہوں نے مرزائیت پر لعنت بھیج کر اس کی تردید میں ایک درجن سے زائد کتابیں لکھیں۔

وہ پیر صاحب ہی تھے کہ جب مرزا نے ڈینگیں مارتے ہوئے ''اعجاز المسیح'' لکھ کر اپنے ادیب ہونے کا ڈھنڈورا پیٹا تو پیر صاحب نے" سیف چشتیائی " لکھ کر اس کی غلطیوں اور خامیوں کی نشاندھی کرتے ہوئے یہ بھی ثابت کیا کہ یہ کتاب سرقہ سے اور چوری کر کے لکھی گئی ہے۔

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی پیر مہر علی شاہ گولڑوی کے پیر بھائی اور حضرت حاجی صاحب کے خلیفۃ اجل اور مظاہر علوم کے سرپرست تھے، مرزا کی کتاب ''انوار اسلام'' سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت گنگوہی 1894ءسے پہلے ہی فتویٰ کفر دے چکے تھے۔ انکا فتویٰ کوئی عام فتویٰ نہیں تھا انکی طرف سے تکفیر کوئی معمولی بات نہیں تھی بلکہ یہ آسمانی بجلی تھی جس نے مرزا کے تن بدن میں آگ لگا دی تھی اس کے دور رس اثرات سے وہ واقف تھا۔ اسی لئے وہ فتویٰ کی تاب نہ لا کر مولانا کو گالیاں دینے لگا۔ کبھی شیطان کہا۔ کبھی اندھا کہا۔ کبھی شقی کہا۔ کبھی گمراہ دیو کہا اور کبھی ملعون کہہ کر پکارا۔ جب مرزا کی اسلام دشمنی ظاہر ہونے لگی اور اس پر ہر طرف سے لعنتوں کی بارش ہونے لگی تو اس نے مناظرہ کا ڈھونگ رچایا۔ مباحثہ کا ڈھنڈورا پیٹا۔ مباہلہ کی دعوت دی۔ لیکن تاریخ گواہ ہے کہ مرزا کی یہ ساری باتیں محض ڈھونگ ثابت ہوئیں، کیونکہ مولانا گنگوہی کا سامنا کرنے کی اس میں ہرگز ہمت نہیں تھی۔ چنانچہ حضرت گنگوہی مفاوضہ نمبر 17 میں لکھتے ہیں کہ : ''شہر سہارنپور میں مرزا سے مناظرہ کرنا میں نے قبول کرلیا لیکن مرزا نہیں آیا''

مرزا غلام کو ابھی دعویٰ مسیحیت کئے ہوئے صرف چار سال ہوئے تھے1895ء کی بات ہے کہ مولانا احمد علی محدث سہارنپوری کے ہاتھوں مرزایت کو رسوا ہونا پڑا انہوں نے دہرہ دون شہر میں قادیانیت کے چرب زبان وکیل احسن امروہوی سے مناظرہ کر کے مرزایت کی ضلالت وگمراہی سامعین پر واضح کر دی۔ اور بتا دیا کہ قادیانیت کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اس کی تفصیل اگر آپ جاننا چاہتے ہیں تو" النصر المبین" اور" نصرۃ الحق" میں پڑھ سکتے ہیں۔

قادیانیت کے خلاف ہمارے اکابر کی جدوجہد بے وجہ نہیں تھی بلکہ اس لئے تھی کہ وہ ختم نبوت کی دشمن اور اسلام کی باغی جماعت ہے۔ شیخ العرب والعجم حضرت مولانا محمد زکریا کی نظر میں تحفظ ختم نبوت کس قدر اہم اور عظیم الشان فریضہ ہے اس کا اندازہ اس واقعے سے لگائیں کہ سفیر ختم نبوت۔ مناظر اسلام حضرت مولانا منظور احمد چنیوٹی جب مدینہ منورہ میں حضرت شیخ الحدیث سے بیعت ہونے کے لئے تشریف لائے اور حضرت سے روز وشب کا

وظیفہ معلوم کیا تو حضرت نے انہیں اللہ اللہ کی ضربیں نہیں بتائیں، استغفار کی تسبیحات نہیں بتائیں، سبحان اللہ، الحمدللہ کا وظیفہ نہیں بتایا، بلکہ جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ: ''ختم نبوت کی حفاظت یہی آپ کا وظیفہ ہے۔''

بشیر احمد مصری قادیانی جماعت میں بڑا اونچا نام ہے۔ یہ بیک وقت عربی، انگلش، اردو اور فارسی کا ماہر تھا، قادیانیت کے پرچار میں بڑا رول ادا کیا ہے، قادیانیوں کو اپنے اس فرزند پر بڑا ناز تھا لیکن مرزائیوں کا سارا غرور اس وقت خاک میں مل گیا جب سنہ 1940ء میں مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری کی رہنمائی اور شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کی موجودگی میں حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلوی کے ہاتھ پر مشرف باسلام ہوکر قادیانیت کے خلاف مورچہ سنبھال لیا۔

قادیانیت کی تاریخ میں مقدمہ مرزائیہ بہاولپور کو جو برتری اور اہمیت حاصل ہے وہ تحفظ ختم نبوت کی تاریخ کا حسین باب ہے اس کی مختصر روداد یہ ہے کہ عائشہ نامی لڑکی کا نکاح بچپن میں ایک لڑکے سے کر دیا گیا تھا، کچھ سالوں کے بعد جب رخصتی کا وقت آیا تو معلوم ہوا کہ لڑکا قادیانی ہوگیا ہے اس لڑکی کے باغیرت والد نے بھیجنے سے انکار کر دیا اور کہا کہ تیرے کافر اور مرتد ہونے کی وجہ سے نکاح فسخ ہو چکا ہے، لڑکے نے دعویٰ کیا کہ قادیانیت اسلام ہی کی ایک جماعت ہے اس کا ماننے والا اسلام سے خارج نہیں ہوتا اس لیے میرا نکاح باقی ہے، اس تکرار کے بعد معاملہ بہاولپور کی عدالت میں چلا گیا اور یہ مقدمہ سنہ 1926ء میں دائر کیا گیا، نو سال تک تفصیلی بحثیں ہوئیں، تحفظ ناموس رسالت کی اہمیت کے پیش نظر ہندوستان کے چوٹی کے علماء اس بحث میں شریک ہوئے۔ اللہ اکبر ایسی زوردار بحثیں ہوئیں کہ چشم فلک نے کبھی ایسا منظر نہ دیکھا ہوگا، اس تاریخی مقدمے میں علامہ انور شاہ کشمیریؒ، مولانا ابوالوفا شاہ جہاں پوریؒ، جیسے اکابر علماء نے جہاں دلائل و براہین کے انبار لگا دیے، وہیں جامعہ مظاہر علوم کے ناظم حضرت مولانا عبداللطیف صاحب اور حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب رامپوری نے قرآن و حدیث کے دلائل مہیا کر کے قادیانی مکاریوں کے پرخچے اڑا دیے، بالآخر 9/ سال کے بعد سنہ 1935ء میں جناب محمد اکبر ڈسٹرکٹ جج بہاولپور نے تاریخی فیصلہ سناتے ہوئے کہا کہ قادیانی کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ نو سال کی بحث کے بعد ایک بار پھر دنیا نے دیکھا کہ اسلام جیت گیا اور قادیانیت ہار گئی۔

نہ ڈگمگائے کبھی ہم وفا کے رستے میں
چراغ ہم نے جلائے ہوا کے رستے میں

حضرت مولانا نور محمد ٹانڈوی سنہ 1925ء میں مظاہر علوم سے فارغ ہوئے، آپ صرف مبلغ و مقرر

ہی نہیں، بلکہ امام المناظرین بھی تھے، کئی مناظروں میں قادیانیوں کو شکست دے کر ناموس رسالت کی پاسبانی کی ہے، قادیانیت کے تعاقب میں دور دراز ملکوں کا سفر کر کے احقاق حق اور ابطال باطل کا فریضہ انجام دیا ہے، دہلی سے بمبئی تک، کراچی سے پشاور تک، پشاور سے خیبر تک اور ہندوستان سے فرانس اور افریقہ تک قادیانیت کا تعاقب کیا ہے پنجاب میں جب یہ فتنہ زوروں پر تھا اور جس وقت مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری اور مولانا حبیب الرحمن لدھیانوی اپنی شعلہ بیانی سے قادیانیت کی دھجیاں بکھیر رہے تھے تو اس وقت مولانا نور محمد ٹانڈوی بھی اپنی گرما گرم تقریروں سے قادیانیت کے بخیے ادھیڑ رہے تھے۔

یہ وہی مولانا ٹانڈوی ہیں کہ جب مرزا نے رنڈیوں اور بازاری عورتوں سے بڑھ کر گالیاں دیتے ہوئے تہذیب و شرافت کا جنازہ نکالا تو انہوں نے ''مغلظات مرزا'' لکھ کر بتا دیا کہ فحش گالیوں کی رٹ لگانے والا یہ بدزبان انسان مہدی و مسیح تو کجا ایک شریف انسان بھی نہیں ہوسکتا۔

یہ وہی ٹانڈوی ہیں کہ جب مرزا نے کافرانہ وملحدانہ نظریات پیش کر کے انہیں اسلام باور کرانے کی کوشش کی تو انہوں نے ''دفع الالحاد'' نامی کتاب لکھ کر اس کی دجالی تاویلات کو بھسم کر دیا۔

یہ وہی ٹانڈوی ہیں کہ جب مالیخولیا، مراق اور مرگی جیسی مہلک بیماریوں نے مرزا کو جکڑ لیا تو انہوں نے ''امراض مرزا'' لکھ کر اسے خدائی عذاب کا مورد اور نشان عبرت بتایا۔

یہ وہی ٹانڈوی ہیں کہ جب مرزا مغل برلاس سے ترقی کر کے اسرائیلی بنا اور عیسیٰ مسیح ہونے کا دعوی کر کے کرشن اوتار ہونے کا راگ الاپا تو انہوں نے ''کرشن قادیانی آریہ تھے یا عیسائی'' نامی کتاب لکھ کر اسکا دجال وکذاب ہونا ثابت کیا۔

یہ وہی ٹانڈوی ہیں کہ جب مرزا نے مسیح ومہدی ہونے کا دعوی کیا، جے سنگھ بہادر اور رُدر گوپال ہونے کا دعویٰ کیا، آدم ونوح ہونے کا دعوی کیا، بی بی مریم اور ابن مریم ہونے کا دعویٰ کیا، خدا کا بیٹا اور خدا کا باپ ہونے کا دعوی کیا، حائضہ اور حاملہ ہونے کا دعوی کیا، سلمان فارسی اور چینی ہونے کا دعوی کیا تو انہوں نے ''اختلافات مرزا'' لکھ کر اسی کی تحریر سے اس کا مراقی اور پاگل ہونا ثابت کیا۔

یہ وہی امام المناظرین ہیں کہ جب مرزا نے قرآن وحدیث میں تحریف کرتے ہوئے ظلی بروزی نبوت کا ڈھونگ رچایا اور طرح طرح کے کفریات کا پرچار کیا تو انہوں نے ''کفریات مرزا'' لکھ کر اس کا کافر ہونا ثابت کیا :

اسی کشمکش میں گزریں میری زندگی کی راتیں
کبھی سوز وساز رومی، کبھی پیچ وتاب رازی

متنبیٔ پنجاب مرزا غلام قادیانی ابھی زندہ تھا، مکہ ومدینہ کے علماء نے محدث جلیل حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری کو 26 سوالات بھیجے جن میں آخری سوال کا تعلق مرزا قادیانی کے کفر سے تھا، محدث شہیر نے جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ ہمارے اکابر بہت پہلے سے اسے کافر قرار دے چکے ہیں اور مولانا گنگوہیؒ کا فتویٔ کفر آسمانی بجلی بن کر خرمنِ مرزایت میں آگ لگا رہا ہے، المہند علی المفند میں آپ آج بھی اس کی تفصیل پڑھ سکتے ہیں۔

انہی کے فیض یافتہ شیخ یعقوب پٹیالوی نے دو جلدوں میں ایسی زبردست کتاب لکھی کہ حضرت سہارنپوری نے اسے ''تحفہ اثنا عشریہ'' کے ہم پلہ قرار دیا ایک کا نام ''عشرہ کاملہ'' اور دوسری کا ''تحقیق لاثانی'' ہے، طباعت کے تقریباً پچاس سال بعد 1974ء میں شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی نے حضرت مولانا سید محمد شاہد صاحب امین عام مدرسہ مظاہر علوم کے ہاتھوں دوبارہ شایع کرا کر اسے نایاب ہونے سے بچالیا۔

میرے بزرگو اور بھائیو! عطاء اللہ شاہ بخاری کی گھن گرج اور شعلہ بیانیوں سے کون ناواقف ہے، مرزائیت ان کے نام سے کانپ اٹھتی تھی، لیکن آپ کو یہ معلوم ہونا چاہیے کہ قادیانیت کے خلاف ان کو شعلہ جوالا بنانے میں مظاہر علوم کے ایک فرزند کا ہاتھ ہے جس کو دنیا مولانا نور احمد امرتسری کے نام سے جانتی ہے، مولانا سنہ 1880ء میں مظاہر علوم سے فارغ ہوئے، انہوں نے امرتسر میں ''حفظ المسلمین'' کے نام سے انجمن قائم کرکے جہاں ایک طرف قادیانیت کے خلاف بیداری پیدا کی اور بڑے پیمانے پر لٹریچر کی اشاعت کی، وہیں قادیانیت کی سرکوبی کے لیے اپنے شاگردوں کی ایک کھیپ بھی تیار کردی جس میں ایک بڑا نام عطاء اللہ شاہ بخاری کا ہے، ''استنکاف المسلمین'' آپ ہی کی تصنیف ہے جسے مقدمۂ بہاولپور میں پیش کرکے قادیانیت کو زیر کیا گیا۔

حق کی تائید ونصرت میں ید طولیٰ رکھنے والے اور قصر باطل میں زلزلہ پیدا کردینے والے حضرت مولانا شاہ اسعد اللہ صاحب کی ایمان افروز داستان بھی ملاحظہ فرمائیں! آپ سنہ 1930ء میں کریم پور ضلع جالندھر میں قادیانیوں سے ہونے والے ایک مناظرے میں شریک ہوئے، اس مناظرہ میں رئیس الاساتذہ حضرت مولانا عبد الرحمن کاملپوری اور حضرت مولانا عبد الرحمن ٹانڈوی بھی شریک تھے۔ وہ مناظرہ کیا ہوا کہ مرزائیوں پر قیامت ٹوٹ پڑی، اسی وقت تیرہ مرزائی قادیانیت سے تائب ہوکر مشرف باسلام ہوگئے۔

مدرسہ مظاہر علوم کی تاریخ لوہے کے پہاڑ پر لوہے کے قلم سے لکھی ہوئی ہے جو مٹانے سے مٹ

نہیں سکتی، اس کی سنہری تاریخ معلوم کرنی ہو تو تاریخ کے صفحات سے پوچھیں! وہ آپ کو بتائیں گے کہ حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری نے 15 جون 1909ء میں شیخ الہند مولانا محمود حسن، مناظر اسلام مولانا مرتضی حسن چاندپوری، حکیم الامت حضرت تھانوی کے ساتھ شرکت فرما کر ریاست رامپور کے مناظرہ میں محمد احسن امروہوی، سرور شاہ قادیانی اور خواجہ کمال الدین کو زیر کیا۔ حضرت مولانا نے قصبہ لنڈھورا ہریدوار میں قادیانیوں سے مناظرہ کر کے انھیں شکست دی۔

حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی نے دسیوں کتابیں تصنیف کر کے حفاظت ایمان کا سامان فراہم کیا۔ حضرت مولانا بدر عالم میرٹھی نے ''نزول عیسی'' اور ''الجواب الفصیح'' جیسی شاندار کتابیں لکھ کر امت مسلمہ کے ایمان کی حفاظت فرمائی۔ حضرت مولانا حبیب الرحمن کیرانوی نے "اظہار البطلان" لکھ کر قادیانیوں کی لاہوری جماعت کو بے نقاب کیا. حضرت مولانا عبدالمنان وزیر آبادی نے مولانا ثناء اللہ امرتسری کی تربیت کر کے مرزائیت کی سرکوبی کے لیے انہیں کھڑا کیا۔ حضرت مولانا محمد علی مونگیری مظاہری نے سو سے زیادہ کتابیں لکھ کر قادیانیت کی تردید فرمائی۔

مدرسہ مظاہر علوم کی یہ تاریخ بھی سنہرے حرفوں سے لکھے جانے کے قابل ہے کہ سنہ 1921ء میں جب شدھی تحریک نے جنم لیا اور اس کے محرک اعلی سوامی شردھانند نے مسلمانوں کو ہندو بنانے کی ناپاک مہم چلائی تو مدرسہ مظاہر علوم نے اس اسکیم کو ناکام بنانے کے لیے دعوتی طریقہ کار اپنایا اور متاثر علاقوں میں وفد بھیج کر مسلمانوں کے عقائد و اعمال کی حفاظت فرمائی۔ ارتداد کا یہ فتنہ جب زور پکڑنے لگا اور اس کی خطرناکی و زہرناکی کا اثر دور دراز تک محسوس ہونے لگا تو مدرسہ مظاہر علوم کے ناظم حضرت مولانا شاہ اسعد اللہ صاحب نے ''فتنہ ارتداد اور مسلمانوں کا فرض'' لکھ کر آریہ سماجی فتنہ سے آگاہ کیا اور مدرسہ نے متاثرہ علاقوں میں علما کا وفد بھیج کر مسلمانوں کو ایمان و اسلام سمجھایا، پھر صرف اسی پر اکتفا نہیں کیا، بلکہ مبلغین و مناظرین کی ایک جماعت تیار کرنے کا بیڑا اٹھایا اور انجمن ہدایت الرشید کے تحت ایسے سپوت تیار کیے جو بیک وقت عالم بھی تھے، مقرر بھی تھے، مدرس بھی تھے، مصنف بھی تھے، اور اسلامی تعلیمات کے ساتھ مذاہب غیر کا مطالعہ بھی رکھتے تھے۔

اسی سلسلے کی ایک خوبصورت کڑی شعبہ تحفظ ختم نبوت کا قیام بھی ہے۔ جب ارباب مدرسہ نے محسوس کیا کہ قادیانیت کے خلاف تربیت سازی اور افراد سازی کی ضرورت ہے تو انہوں نے سنہ 1994ء میں تحفظ ختم نبوت کا شعبہ قائم کیا آج الحمدللہ اس شعبے کی خدمات دور و نزدیک جاری و ساری ہیں۔ مباحثے اور مناظرے کی ضرورت پڑتی

ہے تو مناظرے کئے جاتے ہیں، لٹریچر تقسیم کرنے کی ضرورت پڑتی ہے تو لٹریچر تقسیم کئے جاتے ہیں، تصنیف و تالیف کی ضرورت پڑتی ہے تو کتابیں لکھی جاتی ہیں، اب تک دسیوں پمفلٹ اور رسالے شائع ہو چکے ہیں۔ سنہ 2005ء کے بعد جب کذاب زمانہ مدعی مہدویت شکیل بن حنیف نے ''مہدی کی آمد کی پیشگوئیاں'' نامی کتاب لکھی تو ''اسلام مخالف نظریات'' لکھ کر اس کی باطل تاویلات کا جواب دیا گیا۔ 2014ء میں جب تحفظ ختم نبوت کے کام پر اعتراض کیا گیا تو ''ایک غلط فہمی کا ازالہ'' لکھ کر اس کام کی اہمیت سمجھائی گئی، مظاہر علوم کی یہ خدمات ہمیں بتا رہی ہیں کہ :

چرچے رہے ہیں میرے باطل کی سرحدوں میں
گونجے ہیں میرے نغمے، شہروں میں وادیوں میں

الحمدللہ شعبہ تحفظ ختم نبوت اپنے روز قیام ہی سے خدمات دینیہ اور ناموس رسالت کی پاسبانی میں مصروف ہے، اس وقت تین اساتذہ مولانا محمد اکرم صاحب بستوی، مفتی محمد جاوید صاحب سہارنپوری اور راقم الحروف بندہ محمد راشد گورکھپوری تدریسی خدمات میں مشغول ہیں، شائقین کے لئے تدریسی خدمات سے استفادہ کے دو طریقے مقرر کئے گئے ہیں

(1) سالانہ کورس میں داخلہ (2) سہ ماہی کورس میں داخلہ—

سالانہ کورس میں صرف وہی طلبہ داخلہ کے مستحق قرار پاتے ہیں جو دورہ حدیث شریف سے فراغت حاصل کر چکے ہوں؛ خواہ وہ کسی بھی مستند مدرسہ کے فاضل ہوں، ان داخل طلبہ کو قیام وطعام کی تمام سہولتوں کے ساتھ 500 / روپئے نقد ماہانہ وظیفہ بھی دیا جاتا ہے— اور قلیل الفرصت طالبین کے لئے سہ ماہی کورس کا نظام رکھا گیا ہے، اس نظام کے تحت مساجد کے ائمہ، مدراس و مکاتب کے مدرسین اور عصری درسگاہوں کے اساتذہ وطلبہ سہ ماہی کورس میں داخلہ لے کر تربیت حاصل کر سکتے ہیں، سہ ماہی کورس کرنے والے حضرات کو قیام وطعام کی سہولتوں کے ساتھ ماہانہ 1000 / روپئے کا نقد وظیفہ دیا جاتا ہے— اب تک ڈیڑھ سو کے قریب افراد یہاں سے تخصص کر کے دین متین کے تحفظ کا فریضہ انجام دے رہے ہیں— اللہ تعالیٰ سے دعاء ہے کہ وہ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور کی ان خدمات کو قبول فرمائے اور امت مسلمہ کے ایمان کی حفاظت کا ذریعہ بنائے— آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم- اللھم ارنا الحق حقا وارزقنا اتباعہ وارنا الباطل باطلا وارزقنا اجتنابہ—

رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے برگزیدہ صحابہ کی پاکیزہ زندگی کے تابندہ نقوش

دوسری قسط

(صفحات مشرقة من حياة الرسول وصحابته الأبرار

لمحمد علي الصلابي

ترجمہ مع اضافات : مولانا محمد حیان بیگ استاذ شعبۂ تفسیر مدرسہ مظاہر علوم، سہارنپور

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت اور نشو ونما

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بلد حرام مکہ مکرمہ میں اس سال پیدائش ہوئی جس سال اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے قدیم اور تاریخی گھر کی ''ابرہۃ الاشرم'' کے ناسمجھ اور بدکار لشکر سے حفاظت فرمائی، جنہوں نے (العیاذ باللہ) کعبہ شریف کو منہدم کرنے کا عزم مصمم کرلیا تھا۔ یہ اہم تاریخی واقعہ دراصل آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت اور پیدائش کی ایک بڑی پیشن گوئی تھی، چنانچہ یہ سال لوگوں میں ''عام الفیل'' کے نام سے مشہور ہو گیا، اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے جس سورتِ پاک میں اس واقعہ کا ذکر کیا ہے اس کا نام بھی ''سورۃ الفیل'' رکھا گیا۔

الم تر كيف فعل ربك باصحب الفيل، الم يجعل كيدهم في تضليل، وارسل عليهم طيرًا ابابيل، ترميهم بحجارة من سجيل، فجعلهم كعصف مأكول۔

کیا تم نے نہیں دیکھا کہ تمہارے پروردگار نے ہاتھی والوں کے ساتھ کیا معاملہ کیا؟ کیا اس نے ان لوگوں کی ساری چالیں بیکار نہیں کر دی تھیں؟ اور ان پر غول کے غول پرندے چھوڑ دیے تھے، جو ان پر پکی مٹی کے پتھر کے پھینک رہے تھے، چنانچہ انہیں ایسا کر ڈالا جیسے کھایا بھوسا!

روایت میں آتا ہے کہ یمن کا بادشاہ ''ابرہۃ الاشرم'' نصرانی تھا، اس نے جب دیکھا کہ کعبہ شریف عرب کے تمام باشندوں کا مرجع ومرکز بنا ہوا ہے، لوگ وہاں جاتے ہیں، حج کرتے ہیں، تو اسے غیرت آئی، اور اس نے صنعاء میں ایک بہت بڑا کلیسا تعمیر کرایا، اور اسے سنگِ مرمر اور قیمتی جواہرات سے آراستہ کیا، اور لوگوں میں یہ اعلان کر دیا کہ اگلے سال کوئی مکہ مکرمہ نہ جائے، اور اسی کلیسا کو بیت اللہ سمجھے، عربوں

کوجب اس کی خبر ہوئی تو ان میں غم وغصہ کی لہر دوڑ گئی، پھر ایک روز یہ ہوا کہ بنو کنانہ کا ایک شخص وہاں گیا، اور اندر داخل ہوکر اس نے ''ابرہہ'' کو نیچا دکھانے کے لیے کلیسا کے درودیوار کو گندگی اور نجاست سے لیپ دیا، بعض روایات میں آتا ہے کہ: اس نے وہاں آگ بھی لگائی، ''ابرہہ'' کو جب یہ معلوم ہوا تو وہ آگ بگولہ ہوگیا، اور اس نے یہ قسم کھائی کہ وہ کعبہ کی اینٹ سے اینٹ بجادے گا؛ پھر کیا تھا! یہ ظالم وجابر بادشاہ ہاتھی پر سوار ایک لشکرِ جرار لے کر مکہ کی طرف روانہ ہوگیا، جب یہ لوگ مکہ کے قریب پہنچے تو مکہ کے باشندگان ابرہہ اور اس کے لشکر کے قہر وجبر کے ڈر سے پہاڑوں کی جانب بھاگ کھڑے ہوئے، پھر اللہ رب العزت نے اس لشکر پر ایسے پرندے بھیجے جن کی چونچ اور پنجوں میں چھوٹی چھوٹی کنکریاں تھیں، جسے یہ پرندے اوپر سے برسا رہے تھے، یہ کنکریاں ایسی سخت پتھریلی مٹی کی بنی ہوئی تھیں کہ ان کی ضرب بارودی گولی سے بھی زیادہ سخت تھی، اور یہ ابرہہ کے لشکر پر موسلا دھار بارش کی طرح برس رہی تھیں، جو سر سے شگاف کرتے ہوئے سرین تک پہنچ رہی تھیں، پھر ہاتھیوں کے جسم میں داخل ہوکر ان کا بھی کام تمام کررہی تھیں، اللہ جلّ جلالہ نے ان میں سے کسی کو بھی نہیں بخشا، سب ہی کو ہلاک وبرباد کردیا۔

قرآنِ پاک میں اللہ تعالی کا ارشاد ہے: **وارسل علیھم طیرًا ابابیل**۔ یعنی اللہ تبارک وتعالی نے ان بدکار کفار کے مقابلہ کے لیے ایسے پرندے بھیجے جو جھنڈ در جھنڈ پے در پے آرہے تھے، اور ان کو چاروں طرف سے گھیر کر جان لیوا پتھروں کی بارش کررہے تھے۔

فجعلھم کعصف مأکول۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو درخت کے گرے ہوئے ان پتوں کے مانند کردیا جن کو تیز ہوا اِدھر سے ادھر اڑا کر لے جاتی ہے، یا اس کھانے کے مانند بنادیا کہ جس کو جانور کھا کر ہضم کرلے، پھر فضلات کی شکل میں خارج کردے، پھر اس کا نام ونشان بھی باقی نہ رہا ہو۔

العصف: ما علی ساق الزرع من الورق الذي یبس فتفتّت، کلُّ ذلک من العصف۔

وقیل: کلُّ زرعٍ أُکِلَ حبُّه، وبقي تِبنُه۔ (مقاییس اللغة لابن فارس) وقیل: ورق أکلته البهائم۔

(القاموس المحیط للفیروزآبادی)

یہ اہم تاریخی واقعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کے سال ہی پیش آیا، یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی پیشن گوئی تھی، اس لیے کہ پرندوں کا اس طرح آنا ان خلافِ فطرت امور میں سے ہے جو انبیاء کی حقانیت کو روشناس

کرانے کے لیے بطور معجزہ کے پیش آیا کرتی ہیں۔

جب اللہ رب العزت نے ''اصحاب فیل'' کو صفحۂ ہستی سے مٹا دیا، اور ان کو تہس نہس کر ڈالا، اور ان کی سازش سے اہل مکہ کو محفوظ فرما دیا؛ قریش سرخرو ہو گئے، اور دنیا کے تمام لوگ ان سے رعب کھانے لگے، اور ان کے دلوں میں اہلِ عرب کا مقام ومرتبہ قائم ہو گیا، اور قریش کے ساتھ احترام واکرام کا معاملہ ہونے لگا، اور لوگ قریش کو اللہ کا قریبی، اور اس کے حرم کا مکین سمجھنے لگے۔

اسی وجہ سے اللہ تبارک وتعالی نے ان کو اس واقعہ کی یاددہانی کرائی ہے، تاکہ یہ اس تاریخی گھر کی حرمت کا ادراک کر کے آپ ﷺ کے قدرشناس بن جائیں اور کفر وشرک سے باز آجائیں۔

آپ ﷺ نے یتیمی کی حالت میں پرورش پائی، جب آپ ﷺ بطنِ مادر میں صرف دو ماہ کے تھے اس وقت آپ ﷺ کے والدِ بزرگوار ''عبداللہ'' ایک سفر کے دوران انتقال فرما گئے تھے، آپ ﷺ والد کی محبتوں اور شفقتوں سے محروم ہو گئے، پھر جب آپ ﷺ چھ سال کے ہوئے تو آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ بھی خدا کو پیاری ہو گئیں، اس کے بعد آپ کے دادا عبد المطلب نے کفالت فرمائی، پھر جب آپ ﷺ آٹھ برس کے ہوئے تو آپ ﷺ کے جدِّ امجد بھی دنیا سے رحلت فرما گئے، پھر چچا ابوطالب نے پالا پوسا، اور وہ مسلسل آپ پر اپنی شفقتیں اور عنایتیں کرتے رہے، اور ہر محاذ پر آپ ﷺ کی نصرت واعانت کرتے رہے اور جب آپ ﷺ چالیس برس کی عمر میں نبوت سے سرفراز ہوئے تو بھی آپ ﷺ کے چچا سینہ سپر رہے اور کفار کے شر سے حضور ﷺ کی حفاظت فرمائی، پھر ہجرت سے کچھ قبل چچا ابوطالب بھی وفات پا گئے، اور ان کے وفات پاتے ہی کفار ومشرکین کے حوصلے بلند ہو گئے، اور یہ لوگ آنحضور ﷺ کے ہاتھ دھو کے پیچھے پڑ گئے، اور طرح طرح کی اذیتیں پہنچانے لگے، صحیح بخاری کی روایت میں آتا ہے کہ یہ کفار ومشرکین بسا اوقات آپ ﷺ کے پشتِ مبارک پر اونٹ کی اوجھڑی اور ناپاکی ڈال دیا کرتے تھے، پھر اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ ﷺ کو ان کفار ومشرکین کے درمیان سے نکل کر کے انصار کے شہر مدینہ منورہ کی جانب ہجرت کرنے کا حکم فرمایا، چنانچہ جب آپ علیہ الصلاۃ والسلام اپنے یارِ غار حضرت ابوبکرؓ کے ہمراہ مدینہ منورہ پہنچے تو انصار نے آپ ﷺ کو رہنے سہنے کا ٹھکانہ دیا اور ہر اعتبار سے نصرت وحمایت فرمائی، اور آپ ﷺ کا دفاع کیا، درحقیقت یہ نصرت وحمایت اللہ کی جانب سے تھی، اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کو اس احسانِ عظیم کی یاددہانی کراتے ہوئے ارشاد

فرمایا: **الم یجدک یتیمًا فاٰوٰی، ووجدک ضالا فھدٰی، ووجدک عائلاً فاغنٰی**۔(الضحیٰ،۶/۸) کیا اس نے تمھیں یتیم نہیں پایا تھا، پھر تمھیں ٹھکانہ دیا، اور تمھیں راستے سے ناواقف پایا تو راستہ دکھایا، تمھیں نادار پایا تو غنی کردیا۔

یعنی اے محمد! آپ یتیم تھے، تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی نگہداشت فرمائی، اور آپ کو دادا عبد المطلب، پھر چچا ابو طالب کی کفالت میں دے دیا، اور لوگوں کے قلوب میں آپ کی محبت ڈال دی، اور آپ کی ایسے شخص (ابو طالب) نے پرورش کی جو آپ ﷺ کی رسالت پر ایمان بھی نہیں لائے تھے، اور اے محمد! آپ ناواقف تھے، دینِ اسلام اور شریعت کا آپ کو علم نہیں تھا، تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی دینِ مستقیم کی طرف رہنمائی فرمائی، اور اسی طرح آپ ضرورت منداور محتاج تھے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو ساری مخلوق سے بے نیاز کردیا، اور روزی روٹی کے دہانے کھول دیے۔

آیتِ کریمہ ”ووجدک ضالا فھدٰی“ کے مفہوم سے متعلق ضروری تنبیہ

اس آیتِ کریمہ کی تفسیر میں ذرا توقف کی ضرورت ہے، یہاں ”ضلال“ سے مراد غیر اللہ کی عبادت یا منکرات ومعاصی کا ارتکاب کرنا مراد نہیں، جیسا کہ لفظِ ”ضلال“ کے ظاہر سے مفہوم ہوتا ہے، اس لیے کہ آپ ﷺ بچپن سے ہی صحیح راہ پر گامزن تھے، کبھی آپ ﷺ شراب نوش نہیں فرمائی، نہ کبھی غیر اللہ کے سامنے سر جھکایا، آپ ﷺ اپنے قوم کی گمراہی، اور بتوں کی عبادت سے کوسوں دور تھے۔

چنانچہ یہاں ”ضلال“ سے دین وشریعت سے ناواقفیت مراد لی جائے گی، یعنی اللہ تعالیٰ نے آپ کو دین وشریعت کا متلاشی پایا تو آپ کو ہدایت نصیب فرمائی، اور آپ کو وہ باتیں سکھلائیں جس سے آپ نابلد تھے۔

مفسرین فرماتے ہیں: آپ ﷺ کو قرآن اور شریعت کا علم نہیں تھا، تو اللہ رب العزت نے آپ ﷺ کو قرآن وشریعت عطا فرمایا، اللہ تعالیٰ کا سورۂ شوریٰ آیت ۵۲ میں ارشاد ہے: ”**وکذلک اوحینا الیک روحًا من امرنا، ما کنت تدري ما الکتاب ولا الایمان**۔“ اسی طرح ہم نے تمہارے پاس اپنے حکم سے ایک روح بطور وحی نازل کی ہے، تمھیں اس سے پہلے نہ یہ معلوم تھا کہ کتاب کیا ہوتی ہے؟ اور نہ یہ کہ ایمان کیا ہے؟۔

”روح“ سے مراد یہاں وہ وحی ہے جو اللہ تبارک وتعالیٰ نے رسول ﷺ پر نازل فرمائی، اس کو ”روح“ اس لیے کہا گیا کہ جسم کے لیے روح کی جو حیثیت ہے وہی حیثیت وحی کی قلب کے لیے

ہے۔روح جسم کوزندگی بخشتی ہے،اوروحی قلب کو۔

حافظ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں: ’’ووجدک ضالا فھدٰی‘‘ یہی مضمون ایک دوسری آیت میں بھی وارد ہوا ہے، ارشاد ہے: ’’ما کنت تدري ما الكتاب و لاالایمان‘‘ ضحاک فرماتے ہیں کہ : آپ ﷺ قرآن وشریعت سے ناواقف تھے،تواللہ تعالیٰ نے آپ کوقرآن وشریعت عطافرمائی۔

بعض حضراتِ مفسرین فرماتے ہیں کہ:ایک مرتبہ بچپن میں رسولِ کریم ﷺ مکہ کی گھاٹیوں میں راستہ بھٹک گئے تھے،تواللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی رہنمائی فرمائی ،اورگھرتک پہنچادیا۔

بعض روایات میں آتا ہے کہ ایک مرتبہ آپ ﷺ اپنے چچاکے ہمراہ ملکِ شام کے سفرکے دوران راستہ بھٹک گئے تھے،رات کاوقت تھا،آپ ﷺ ایک اونٹنی پرسوارتھے،اسی دوران ابلیس آیا،اورآپ ﷺ کوراستہ سے بھٹکادیا،پھرحضرت جبریلؑ تشریف لائے،اورابلیس کوایسی مارلگائی کہ وہ حبشہ کی طرف بھاگتا بنا،اورپھرحضرت جبریلؑ حضورﷺ کی اونٹنی کوصحیح راستے تک لے کےآئے۔(تفسیرابن کثیر،۴/۴۷۶) **باقی آئندہ**

جنت کی خوشبو سے محروم

عمدہ اورطیب چیز کی مہک اورخوشبو دور سے آتی ہے جنت کی خوشبو اورمہک تو ایک ہزارسال کی مسافت سے آتی ہے،قطع تعلق کرنے والا اتنا بدبخت اور بدنصیب ہے کہ اس کو جنت کی خوشبوبھی نصیب نہیں ہوسکے گی۔

حضرت جابر کی روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے ہم اکھٹے بیٹھے ہوئے تھے تو آپ نے فرمایا کہ اے مسلمانوں کی جماعت! تقویٰ اختیار کرو، صلح رحمی اختیارکرو، کیونکہ صلہ رحمی کا ثواب فوراً ملتا ہے، اورظلم سے بچو، کیونکہ ظلم کی سزا بھی فوراً ملتی ہے اور والدین کی نافرمانی سے بچو، جنت کی خوشبوایک ہزارسال کی مسافت سے آتی ہے، بخدا یہ والدین کے نافرمان، قطع تعلق کرنے والے اورتکبر کی بناء پر ٹخنے سے نیچے کپڑا لٹکانے والے کونصیب نہ ہوگی، بڑائی توصرف اللہ کا حق ہے۔

(اخرجہ الطبرانی فی الأوسط ۱۸۷/۴ رقم: ۵۶۶۴)

تبرکاتِ اکابر

ملفوظات

از حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہ

مرتب: مولانا مفتی شعیب احمد بستوی

معین مفتی دار الافتاء مظاہر علوم سہارنپور

فرمایا کہ ایک بار حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتویؒ نے فرمایا تھا کہ کبھی تکبر بشکل تواضع ہوتا ہے، اسی طرح کبھی ریا (ریاکاری) بشکل اخلاص ہوتی ہے۔سوان چیزوں میں فرق کرنے اور پہچاننے کیلئے شیخ کامل کی ضرورت ہے اوران سب میں زیادہ باریک اور نازک چیز اخلاص ہے۔ بزرگوں نے تصریح کی ہے کہ بعض اوقات اس کا پتہ ہی نہیں چلتا کہ کہیں اخلاص میں کمی تو نہیں ہوگئی۔

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ: بصیرت فی العلم کیلئے کسی بزرگ کی صحبت کی ضرورت ہے یعنی پہلے (کسی بزرگ کی) صحبت ہو اس کے بعد علوم حاصل کرے تو بیحد نافع ہے، اس کی ایسی مثال ہے جیسے معدہ اگر اپنی اصلی حالت پر نہ ہو تو وہ لطیف سے لطیف غذا اور دوسری چیزوں کو باہر پھینک دیتا ہے اسلئے ضرورت ہے کہ پہلے طبیب سے معدے کی اصلاح کرائے تب غذا کھائے تو نافع ہے۔

فرمایا: علم بھی خدا داد عطاء ہے اور اس علم سے مراد حقیقی علم ہے اللہ تعالیٰ جس کو بھی یہ حقیقی علم عطا فرمادیں بڑی دولت ہے، بڑی نعمت ہے۔

ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ علمِ ظاہر کیا کچھ کم نعمت ہے، یہ بھی بڑی نعمت ہے ۔ظاہر ہے کہ تمام احکام شرعیہ اسی پر موقوف ہیں اور یہ آج کل کے علوم معاش جن کو علوم کہا جاتا ہے یہ تو صنعتیں ہیں، علوم نہیں نہ ان کو علوم کہنا جائز ہے۔

فرمایا : کہ ایک بردوانی (بنگالی) مولوی نے مجھے خط لکھا (جو کہ غالباً حافظ بخاری تھے) اس میں تحریر کیا کہ مجھ کو سب سے زیادہ محبت محدثین سے ہے پھر فقہاء سے پھر صوفیاء سے اس کے بعد وہ حج کو گئے وہاں اہل نجد کی سختیوں کو دیکھ کر مجھے لکھا۔تو میں نے ان کو لکھا کہ ان میں جس چیز کی کمی کیوجہ سے یہ

سختی ہے یہ وہی ہے جس کو آپ نے تیسرے درجہ میں رکھا ہے یعنی صوفیت اور میں نے یہ بھی لکھا تھا کہ اپنا اپنا مذاق ہے۔میرا مذاق بالکل اس کے برعکس ہے مجھ کو سب سے زیادہ محبت صوفیاء سے ہے دوسرے درجہ میں فقہاء سے اور تیسرے درجہ میں محدثین سے۔

ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ فن تصوف محض تحقیقات سے نہ آج تک کسی نے حاصل کیا اور نہ یہ قاعدہ ہے۔یہ آتا ہے کام کرنے سے۔محض زبانی خرچ اور سنانے سے یہ نہیں آیا کرتا، یہ بات یاد رکھنے کی ہے۔ہاں! اصول وقواعد کے حاصل کرنے کے بعد پھر تحقیقات اور سننا سنانا مناسبت میں معین ہوجاتا ہے۔اس لئے میں اپنے دوستوں کو ہمیشہ یہ مشورہ دیا کرتا ہوں کہ کام میں لگو۔کام کرو سب ضروری معلومات حاصل ہوجائیں گی۔ہر کام کا ایک طریقہ ہے ،قاعدہ ہے ،اصول ہیں شرائط ہیں۔آخر دوسرے علوم بھی تو طریقے سے حاصل کئے جاتے ہیں۔

ایک صاحب یورپ کی تحقیقات ،ترقی اور اس میں (تحقیقات میں) تغیر وتبدل کا ذکر کر رہے تھے۔تو اس پر آپ نے فرمایا کہ ان واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ فیصلہ کن چیز صرف وحی ہے ورنہ اور چیزیں تو اس رنگ کی ہیں کہ آج کچھ،کل کچھ،ظلمات ہی ظلمات ہیں جن میں حقیقت مستور رہتی ہے دیکھئے اتنا زمانہ گذر گیا وحی میں کوئی تغیر وتبدل نہیں ہوا۔

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ حضرت حاجی صاحب (حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ) سے جو فیض زیادہ ہوا وہ حضرت کی شفقت کیوجہ سے ہوا۔حضرت کی ذات کچھ عجیب وغریب تھی وہ بات کسی میں بھی نہ دیکھی جو حضرت میں تھی مایوسی اور پریشانی تو وہاں تھی ہی نہیں ہر پریشانی کی وہاں تسلی ہی تسلی تھی اور ہر برے سے برے شخص سے حسن ظن رکھتے تھے،جس کی وجہ غایت تواضع تھی۔مشکل سے کسی کیساتھ حضرت کو بدظنی ہوتی تھی حتی الامکان سب کے افعال میں اقوال میں توجیہ اور تاویل ہی فرمادیا کرتے تھے۔

ایک گفتگو میں فرمایا کہ: میں نے کبھی کوئی کام بدون اپنے بزرگوں کی اجازت کے نہیں کیا۔حتی کہ نوکری چھوڑی تو وہ بھی اپنے بزرگوں کے ارشاد سے ہی۔میں اپنے دوستوں کو مشورہ دیتا ہوں کہ جو کام کرنا ہو ہمیشہ اپنے بزرگوں سے اس میں پوچھ لیا کرو یہ بڑی برکت کا سبب ہوتا ہے۔یہ جو آج کل خودرائی پیدا ہوگئی ہے اس کی بدولت لوگ زیادہ تباہ وبرباد ہیں،اس نے تو بڑوں بڑوں کو خراب اور برباد کردیا اس سے

سخت اجتناب کی ضرورت ہے۔

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا: کہ چھوٹے تو یہ سمجھیں کہ ہم چھوٹے ہیں اور بڑے یہ سمجھیں کہ یہ چھوٹے ہیں۔ کیسے لطف کی بات ہے اگر سب ایسا کریں تو بہت ہی راحت رہے۔ اب جو بے لطفی اور بے مزگی رہتی ہے اس کا سبب یہ ہے کہ چھوٹے تو اپنے کو چھوٹا نہیں سمجھتے اور بڑے ان کو چھوٹا سمجھتے ہیں۔ پھر لطف کہاں بے لطفی ہی ہوگی۔

فرمایا: آج کل اعتدال بہت کم ہے۔ افراط وتفریط بہت زیادہ ہے، اگر خیال نہیں ہوتا ہے تو بڑی بڑی معصیتوں اور بدعتوں کا بھی نہیں ہوتا اور خیال ہوتا ہے تو مباح تک پر ہاتھ صاف کرنے کو اور اسکو معصیت میں داخل کرنے کو تیار رہیں۔ (ماخوز از حکیم الامت کی محفل وارشاد)

غصہ کا عملی علاج

غصہ کا عملی علاج یہ ہے کہ جب غصہ قابو میں نہ آتا دیکھیں تو سمجھ جائیں کہ شیطان مجھ پر غالب آرہا ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع ہو کر اس سے پناہ مانگیں۔

حدیث میں ہے کہ دو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لڑ جھگڑ رہے تھے اور ایک شخص غصہ میں بے قابو ہو رہا تھا، آپ نے اس کو دیکھ کر فرمایا کہ میں ایک ایسا کلمہ جانتا ہوں کہ اگر یہ شخص وہ کلمہ کہہ لے تو اس کا یہ اشتعال جاتا رہے، فرمایا وہ کلمہ یہ ہے، **اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم**، اس شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سن کر فوراً یہ پڑھ لیا تو فوراً ہی سارا غصہ اور اشتعال ختم ہو گیا۔ (صحیح بخاری)

ضروری اعلان

خریدار حضرات کے پتوں کی سلپ پر مدت خریداری کی اطلاع درج ہے اگر مدتِ خریداری ختم ہوگئی ہو تو زرتعاون/ 300 روپئے سالانہ کے حساب سے ارسال فرمائیں۔ (ادارہ)

واقعات الفتاویٰ

فتاوی مظاہر علوم

مفتی بشیر احمد سہارنپوری
نائب مفتی دارالافتاء مظاہر علوم سہارنپور

مسبوق کا امام کے ساتھ سجدۂ سہو میں سلام پھیرنے کا حکم:

مسبوق کے لئے حکم یہ ہے کہ وہ امام کے ساتھ سجدۂ سہو میں شریک ہوگا، مگر سجدۂ سہو کے سلام میں شریک نہیں ہوگا، یعنی امام کے ساتھ سلام نہیں پھیرے گا، اور اگر وہ امام کے ساتھ سلام بھی پھیرتا ہے تو دو صورتیں ہیں:

(الف) بھول سے امام کے ساتھ سجدۂ سہو کا سلام پھیرے، اس میں کچھ حرج نہیں۔

(ب) جان بوجھ کر یا یہ سوچ کر سلام پھیرے کہ اس کو امام کے ساتھ سجدۂ سہو کی طرح سلام بھی پھیرنا چاہئے تو اس کی نماز فاسد ہوجائے گی، ''**او سلم ذاکرا ان علیه رکنا حیث تبطل لانه سلام عمد**'' (الدرالمختار مع ردالمحتار ۱/ ۵۰۵) (احسن الفتاویٰ ۴/ ۲۴)

نماز جنازہ مکرر پڑھنا:

حضرات فقہاء نے مکرر نماز جنازہ پڑھنے کو غیر مشروع فرمایا ہے، لہٰذا جنازہ کی نماز دوبارہ پڑھنا درست نہیں ہے، البتہ اگر پہلی مرتبہ پڑھی گئی نماز میں ولی شریک نہ ہوسکا ہو اور نہ اس کی اجازت سے نماز پڑھی گئی ہو تو ولی دوبارہ نماز پڑھ سکتا ہے، اور جنھوں نے پہلی نماز میں شرکت نہ کی ہو وہ اس کے ساتھ شریک ہوسکتے ہیں: ''**فان صلی غیره ای الولی ممن لیس له حق التقدم علی الولی ولم یتابعه الولی اعاد الولی ولو علی قبره ان شاء لاجل حقه لا لاسقاط الفرض ولذا قلنا لیس لمن صلی علیها ان یعید مع الولی لان تکرارها غیر مشروع**'' (الدرالمختار مع ردالمحتار ۱/ ۵۹۱)

میت کے گھر والوں کے لئے کھانے کے نظم کا حکم:

جس گھر میں میت ہوجائے شریعت کا حکم یہ ہے کہ اس گھر کے پڑوسی یا ان کے دور کے رشتہ دار ان کے گھر کھانا تیار کر کے بھیجیں، اور اگر وہ غم کی وجہ سے از خود نہ کھائیں تو اصرار کر کے ان کو کھلائیں،

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جعفر طیار (جو آپ کے چچازاد بھائی تھے) کے انتقال کے موقع پر اپنی ازواج مطہرات کو ان کے اہل خانہ کے لئے کھانا تیار کر کے بھیجنے کا امر فرمایا تھا، البتہ اس بارے میں چند باتیں ذہن نشین رکھنا ضروری ہیں:

(۱) اس حکم کی حکمت یہ ہے کہ عموماً چونکہ صدمہ وغم اور تجہیز و تکفین کی مشغولی کے پیش نظر اہل میت کو کھانے کے نظم کا موقعہ نہیں مل پاتا ہے تو دوسرے لوگ ان کے لئے کھانے کا نظم کر دیں، تا کہ ان کی دلجوئی ہو سکے۔

(۲) یہ حکم محض استحبابی ہے، نہ دوسروں کا کھانا بھیجنا لازم ہے، اور نہ اہل میت کا اس دن خود کھانا بنانا ناجائز ہے، اس وجہ سے اگر کوئی یہ کھانا نہ بھیجے اور اہل میت روزانہ کی طرح اپنے کھانے کا نظم کریں تو یہ بلاشبہ جائز ہے، اہل میت کو نہ اس کھانے کا انتظار ہونا چاہئے اور نہ کھانا نہ آنے کی صورت میں کسی سے بدگمان ہونا چاہئے۔

(۳) اس حکم کے مخاطب تمام لوگ ہیں، جو بھی اس کا نظم کردے وہ ماجور ہوگا، کسی خاص جانب کے اعزہ کے حق میں اس کو ضروری سمجھنا صحیح نہیں ہے، البتہ پڑوسی ہونے کے ناطے پڑوسیوں کو اور قرابتدار ہونے کے ناطے قرابت داروں کو اس میں پیش رفت کرنا چاہئے۔

(۴) اہل میت کے لئے صرف ایک دن ورات کا کھانا بھیجنا مستحب ہے، حدیث سے یہی ثابت ہے، فقہاء کرام نے بھی اس سے زائد اوقات وایام کھانا بھیجنے کو مکروہ فرمایا ہے۔

(۵) اس کھانے میں سادگی ملحوظ رہنی چاہئے، بہت اعلیٰ یا انواع واقسام کے کھانوں کا اہتمام اس موقعہ کے لحاظ سے مناسب نہیں ہے۔

(۶) اس کھانے میں میت کے اہل خانہ کے ساتھ دور دراز سے آنے والے وہ اعزہ بھی شریک ہو سکتے ہیں جو اسوقت اپنے گھر پہنچ کر کھانے کا نظم نہیں کر سکتے، نیز پڑوس کے وہ افراد جو میت کی تجہیز و تدفین میں مصروف رہے ہوں وہ بھی یہ کھانا کھا سکتے ہیں، لیکن تمام شرکاء جنازہ کے لئے اس کا اہتمام اور ان کی اس میں شرکت درست نہیں ہے کہ پھر یہ دعوت وتقریب کی شکل بن جائے گی، جس کا یہ موقعہ نہیں ہے۔

(۷) موت ہو جانے پر اس دن یا اس کے بعد خود اہل میت کی جانب سے عزیز واقارب وغیرہ کے لئے دعوت کا اہتمام جائز نہیں ہے اور غیر معقول بھی ہے، کیونکہ دعوت خوشی کے موقعہ پر ہوتی ہے نہ کہ غم کے موقعہ پر، اس لئے فقہاء کرام نے بھی اس کو ’’بدعت مستقبحہ‘‘ قرار دیا ہے:

”عن عبداللہ بن جعفر قال لما جاء نعی جعفر قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اصنعوا لاھل جفعر طعاما فانه قد جاء ھم مایشغلھم، قال ابو عیسی ھذا حدیث حسن (سنن الترمذی ۱/۱۹۵) ویستحب لجیر ان اھل المیت والاقرباء الاباعد تھیئة طعام لھم یشبعھم یومھم ولیلتھم (رد المحتار نعمانیہ ۱/۶۰۳) حمل الطعام الی صاحب المصیبة والاکل معھم فی الیوم الاول جائز لشغلھم بالجھاز وبعدہ مکروہ (ہندیہ ۵/۳۴۴) (نیز ملاحظہ ہو: احسن الفتاویٰ ۴/۲۰۴، احکام میت از ڈاکٹر عبدالحی عارفی رحمۃ اللہ علیہ ص ۱۶۵)

تصویر دار اشیاء کی فروخت کا حکم:

تصویر اور اس کے استعمال سے شریعت میں سختی سے منع کیا گیا ہے، مگر آج کل تصویر دار اشیاء عام ہیں، اصل چیز پر تصویر موجود نہ ہو تو اس کی پیکنگ شاذ و نادر ہی تصویر سے خالی ہوتی ہے، ایسی اشیاء کی خرید وفروخت کا حکم درج ذیل ہے:

(الف) اس قسم کی اشیاء میں اگر تصاویر ہی کی خرید وفروخت مقصود ہو جیسا کہ بہت سے اخبارات ورسائل کی نوعیت یہی ہوتی ہے، تو ان کی خرید وفروخت ناجائز ہے۔

(ب) اس قسم کی اشیاء میں اگر تصاویر کی خرید وفروخت مقصود نہ ہو، بلکہ اصل اشیاء کی خرید وفروخت مقصود ہو، اور تصاویر کی حیثیت ضمنی ہو، جیسا کہ بازار میں فروخت ہونے والی بیشتر اشیاء کی نوعیت یہی ہوتی ہے، تو یہ خرید وفروخت جائز ہے، البتہ خریدنے کے بعد اس تصویر کا ازالہ یا کم از کم اس کو پوشیدہ رکھنا لازم ہے۔ (کفایت المفتی ۹/۲۴۲، جواہر الفقہ ۷/۲۶۳)

الیکشن کے موقعہ پر امیدواروں کی جانب سے مٹھائی وغیرہ کا حکم:

الیکشن میں کھڑے ہونے والے امیدواروں کا معمول ہے کہ وہ الیکشن سے قبل مٹھائیاں تقسیم کرتے ہیں، دعوتیں کرتے ہیں، بسا اوقات تحفے تحائف اور پیسے بھی دیتے ہیں، اس کا حکم یہ ہے کہ چونکہ اس کا مقصد لوگوں کو اپنی جانب مائل کرنا ہوتا ہے تا کہ لوگ انہیں ووٹ دیں، اس لئے یہ رشوت کے حکم میں ہے، لہٰذا ایسی دعوتوں میں شرکت کرنا اور امیدواروں سے مٹھائی یا کوئی اور چیز اس مقصد سے لینا ناجائز ہے، البتہ اگر کوئی امیدوار الیکشن جیتنے کے بعد از راہِ شکر دعوت کرے تو اس میں شرکت جائز ہے۔

اخبارِ مظاہر

مرتب عبداللہ خالد قاسمی خیرآبادی

جامعہ کے امین عام حضرت مولانا سید محمد شاہد الحسنی کی خودنوشت سوانح "حیاتِ مستعار" کی دوجلدوں کا اجراء

جامعہ مظاہرعلوم کے امین عام مولانا سید محمد شاہد الحسنی کی خودنوشت سوانح جو ۱۹۵۱ء سے ۱۹۸۰ء تک کے حالات پر مشتمل ہے، اس کی دو جلدوں کی افتتاحی تقریب ۲۰ ربیع الثانی ۱۴۴۴ھ/ ۱۶ نومبر ۲۰۲۲ء کو آل انڈیا مسلم پرسنل لابورڈ کے جنرل سکریٹری مولانا مفتی خالد سیف اللہ رحمانی کی صدارت میں منعقد ہوئی، اس اجلاس کی نظامت جامعہ مظاہرعلوم کے استاذ مولانا مفتی محمد جاوید نے کی اور جامعہ کے استاذ قراءت مولانا قاری مسعود کی تلاوت سے آغاز ہوا، "حیاتِ مستعار کے تعلق سے منظوم تعارف مولانا فضل حق عارفؔ خیرآبادی کی طرف سے مدرسۃ الشیخ کے استاذ قاری محمد انعام نے پیش کیا۔

مشہور اسلامی اسکالر مولانا ضیاء الحق خیرآبادی نے حیات مستعار کی دونوں جلدوں کا مبسوط تعارف پیش کیا، مولانا خیرآبادی نے کہا کہ جب میں نے حیات مستعار کا بالاستیعاب مطالعہ شروع کیا تو مجھے یہ محسوس ہوا کہ جیسے یہ حضرت شیخ مولانا محمد زکریا کی آپ بیتی کا تتمہ اور تکملہ ہے، وہی انداز، وہی اسلوب، وہی روحانیت۔

خطبۂ صدارت میں مولانا خالد سیف اللہ رحمانی نے کہا کہ یہ بہت بڑا کام ہوا ہے، اس میں کثرت سے حضرت شیخ کے معمولات اور ان کی مصروفیات اور بہت سی جگہوں پر انھیں کے الفاظ وتعبیرات نے اس کتاب کو تقدس عطا کردیا ہے، موجودہ دور میں عصری تعلیم خصوصاً تعلیم نسواں کے حوالہ سے کہا کہ ہمارے بزرگوں نے کبھی بھی عصری تعلیم کی مخالفت نہیں کی ہے۔

دارالعلوم وقف دیوبند کے مہتمم مولانا محمد سفیان قاسمی نے کہا کہ مولانا محمد شاہد الحسنی کی یہ خودنوشت سوانح صرف ایک آپ بیتی ہی نہیں بلکہ پورے ایک عہد کی تاریخ ہے۔

پروفیسر اختر الواسع نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ مولانا محمد شاہد الحسنی اس دور میں عارف ہی نہیں بلکہ ایک دائرۃ المعارف ہیں، مولانا کی یہ کتاب خواتین اسلام کے بھی مطالعہ میں آنی چاہئے اس لئے کہ اس میں ان کے لئے بھی اسوہ اور نمونہ موجود ہے، مولانا شاہد الحسنی کا کمالِ تحریر یہ ہے کہ سچائی کے باوجود ان کی تحریر میں کہیں بھی جارحانہ انداز نہیں آتا۔

مولانا ندیم الواجدی نے اپنے تأثراتی بیان میں کہا کہ مولانا محمد شاہد الحسنی کو مظاہر علوم سے بھی عشق ہے اور اپنے بزرگوں سے بھی عقیدت ومحبت ہے جس کی شاہکار مولانا کی کتابیں ہیں، ہر ادارہ میں مولانا شاہد جیسا عالم ہونا ضروری ہے جب ہی ادارہ کی صحیح خدمات کا تعارف سامنے آسکتا ہے۔

ان کے علاوہ دار العلوم دیوبند کے استاذ حدیث مولانا عبداللہ معروفی، مولانا ارشد مدنی کے خلف الرشید مولانا ازہر مدنی، جامعہ مظاہر علوم کے رکن شوریٰ مولانا مفتی معصوم ثاقب وغیرہ نے بھی تأثراتی خطاب کیا، اور مولانا الحسنی کی تصنیفی خدمات کو خراجِ تحسین پیش کیا، آخر میں داعیِ اجلاس مولانا سید محمد شاہد الحسنی نے تمام مہمانوں وجملہ سامعین کا شکریہ ادا کیا۔

موجودہ زمانہ میں کسی بھی کتاب کے لئے جو ایک رسم اپنائی جاتی ہے، اس سے الگ انداز میں مؤلف کتاب کی جانب سے معزز مہمانوں کو اسٹیج پر کتاب ہدیہ میں پیش کی گئی۔

اس اہم افتتاحی تقریب میں جامعہ مظاہر علوم کے حضرات اساتذہ کے علاوہ دیگر علماء دین، دانشوران ملت اور عمائدین کی بڑی تعداد نے شرکت کی، مظاہر علوم کے شیخ الحدیث وناظم استاذ الاساتذہ حضرت مولانا سید محمد عاقل سہارنپوری کی دعا پر اس اجلاس کا اختتام ہوا۔

سفرِ عمرہ پر روانگی

مظاہر علوم کے امین عام حضرت مولانا سید محمد شاہد الحسنی، نائبین ناظم مولانا سید محمد جعفر، مولانا مفتی سید محمد صالح سفر عمرہ پر یکم جمادی الاولی ۱۴۴۴ھ کو روانہ ہو چکے ہیں، روانگی سے قبل حضرت امین عام مدظلہ نے مظاہر علوم کے تمام اساتذہ وملازمین کے لئے انتظام وانصرام سے متعلق ہدایات جاری کیں، ان حضرات نے سفر کی سہولت اور عمرہ وطاعات کی قبولیت کے لئے تمام قارئین کرام سے خصوصی دعاؤں کی درخواست کی ہے۔

R.N.I. REGD. NO. 62469/95U.M.

URDU MONTHLY MAGAZINE

MAZAHIR ULOOM

SAHARANPUR



MADRASA MAZAHIR ULOOM

SAHARANPUR 247001(U.P.)INDIA

PH:0132-2655542

E-Mail: jamiamazahir@gmail.com